پاکستان کو انگریزی غلام ریاست بنائے رکھنے اور اسے آزاد اسلامی ریاست بننے سے روکنے کے لیے فرنگی نواز غدار طبقے، جاگیر دار سیاسی خاندانوں، فوج اور بیورو کریٹ افسروں پر مشتمل "شیطانی مثلث" کی قیام پاکستان سے لیکر اب تک ہونے والی سازشی کرتوتوں کی داستان پر مبنی کتاب

پاکستان میں جمہوری نظام لانا

مسلمانوں کو ایک سوراخ سے دوسری بار ڈسنے کی گھناؤنی سازش

محمد حذیفہ

اسٹیبلشمنٹ

جاگیر دار زمیندار

فوج

سیاستدان

بیورو کریٹ افسران

پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انصار اللہ اردو

پیش کرتا ہے

پاکستان کو انگریزی غلام ریاست بنائے رکھنے اور اسے آزاد اسلامی ریاست بننے سے روکنے کے لیے
فرنگی نواز غدار طبقے، جاگیر دار سیاسی خاندانوں، فوج اور بیوروکریٹ افسروں پر مشتمل "**شیطانی مثلث**"
کی قیامِ پاکستان سے لیکر اب تک ہونے والی سازشی کرتوتوں کی داستان پر مبنی کتاب

پاکستان میں جمہوری نظام لانا

مسلمانوں کو ایک سوراخ سے دوسری بار ڈسنے کی گھناؤنی سازش

محمد حذیفہ

فہرست

☆ مقدمہ 4

☆ لاوا جو پھٹنے کو ہے! 10

☆ اسلامی انقلاب کو روکنے کیلئے 'کنٹرولڈ جمہوری نظام' کا منصوبہ 11

☆ انگریز کی سکھلائی ہوئی مکار حکمتِ عملی 11

☆ ایک خواب جو کبھی حقیقت نہ بن سکا 12

☆ غداروں کی شیطانی مثلث 13

☆ فرنگی کے پجاری 13

☆ ضمیر فروشی کی داستان 15

☆ "سپاس نامۂ تہنیت" 16

☆ جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود 17

☆ غداروں کی پہلی قلابازی 22

☆ منزل انہیں ملی جو شریکِ سفر نہ تھے 23

☆ غداروں کی دوسری قلابازی 26

☆ غداروں کی تیسری قلابازی 28

☆ غداروں کی چوتھی قلابازی 31

☆ پانچویں قلابازی 34

☆ اور قلابازیاں جاری رہیں 37

☆ بیوقوف بننے کی بھی کوئی حد ہوتی ہے! 38

☆ خلاصہ کلام 42

☆ ضمیمہ: ہمہ گیر اور وسیع البنیاد اسلامی انقلاب کے لئے صحیح لائحہ عمل 45

مقدمہ

ابلیس اور اس کے پیروکاروں کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ وہ انسانیت کو راہِ حق سے ہٹا کر ایسے گمراہ کن راستوں پر ڈال دے جس سے ایک طرف وہ اللہ کی رضا و خوشنودی سے محروم ہو کر جہنم میں جائے اور دوسری طرف وہ دنیاوی طور پر رسوائی اور ناکامی کا شکار ہو کر مغلوب اور ذلت و پسماندگی کی غلامانہ زندگی گزارے۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے یہ ابلیسی ٹولہ ہر دور میں اللہ رب العزت کے عطا کردہ "دین اسلام" کے مقابلے میں قوموں کے مزاج اور حالات کے تناظر میں اپنا ایک نیا نظامِ زندگی وضع کرتا ہے اور پھر اسی نظامِ زندگی کو اپنی پوری قوت کے ساتھ خوشنما بنا کر نافذ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

لیکن جب کبھی انسانیت اس ابلیسی ٹولے کے وضع کردہ غلیظ اور ظلم و بربریت پر مبنی نظامِ زندگی سے بیزار ہونے اور بغاوت کرنے کے لئے بیدار ہونے لگتی ہے تو یہ ابلیسی ٹولہ اسی فرسودہ اور باطل نظام کو "نئے چہروں" ...اور... "نئے ناموں" سے دوبارہ انسانیت پر لاگو کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

چنانچہ اس دوران اگر کچھ مردانِ حق اس نظام کی خباثتوں کو ببانگ دہل بیان نہیں کرتے اور اس کے خلاف سینہ سپر نہیں ہوتے تو پھر کچھ عرصے کے لئے انسانیت دوبارہ اسی فرسودہ نظام پر راضی اور خوش ہو جاتی ہے اور دوسری طرف ابلیسی ٹولہ اپنی مستیوں میں مگن رہتا ہے اور بالآخر تباہی و بربادی ان قوموں کا مقدر ٹھہرتی ہے۔

ایسا ہی کچھ نقشہ آج کے اس دورِ جدید میں (جس کو اگر "دورِ جاہلیت" سے تعبیر کیا جائے تو غلط نہ ہو گا) ابلیسی ٹولے نے خلافت عثمانیہ کے سقوط کے بعد، جب کہ مسلمانوں کا کوئی بھی نظام اجتماعی برائے نام بھی باقی نہ رہا تھا اور مسلمانوں کی وحدت کو یہود و نصاریٰ کی استعماری "سائیکس بیکو" تقسیم کے ذریعے سے مختلف ملکوں میں ٹکڑے ٹکڑے کر کے بکھیر دیا گیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ مسلمانوں میں دوبارہ احیائے خلافت اور غلبہ اسلام کے لئے مختلف تحریکیں بھی کھڑی ہو رہی تھیں، جن کو کچلنے کے لیے اپنے خبیث نظام کو

"نظامِ جمہوریت" کے نام پر متعارف کرایا اور اس کو پورے عالم اسلام پر لاگو کیا تاکہ اپنے تسلط کو بالواسطہ یا بلاواسطہ برقرار رکھا جاسکے اور مسلمانوں کو تاحیات غلام بنا کر ان پر حکمرانی کی جاسکے۔

اس مقصد کے لیے دوسری عالمی جنگ کی فاتح استعماری کافر قوتوں نے بین الاقوامی حاکمیت کی بنیاد رکھتے ہوئے اسے "اقوام متحدہ" کا نام دیا اور تمام مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے نظام شریعت کو چھوڑ کر اس نظام جمہوریت کو ماننے اور اس کے مطابق اپنی روزمرہ کی زندگی گزارنے پر مجبور کیا۔ یہود و نصاریٰ کی بنائی گئی اقوام متحدہ نے "نظامِ جمہوریت" کو نیو ورلڈ آڈر قرار دیتے ہوئے اسے تمام اسلامی ممالک پر مسلط کرکے مسلمانوں کو اسلام سے دور اس باطل نظام کے ذریعے سے غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دیا۔

عالمی جمہوری نظام کی قیادت کرنے والی اقوام متحدہ کی بین الاقوامی حاکمیت میں صرف پانچ کافر متکبر قوتوں کا سکہ چلتا ہے، جو باقی دنیا کی عواموں پر اپنے احکامات اور فیصلے دھونس اور زبردستی کے ساتھ مسلط کرتے ہیں، نیز یہود و نصاریٰ کی خواہشات کے مطابق اس کے ارکان جنرل اسمبلی میں فیصلے اکثریت رائے کی بنیاد پر کرتے ہیں۔ اقوام متحدہ کا میثاق اپنے ارکان کی سرزمینوں کی سالمیت اور بالادستی کا احترام کرنے کو کہتا ہے، جس کا مطلب مسلمانوں کے کئی مقبوضہ ممالک پر کافروں کی استعماری حکمرانی کو تسلیم کرنا اور اس کا احترام کرنا ہے جیسا کہ مشرقی ترکستان پر چین کے، مسلم قوقاز پر روس کے، سبتہ اور ملیلہ پر اسپین کے اور فلسطین پر اسرائیل کے قبضے کو تسلیم کرنا اور ان کا احترام کرنا ہے۔ اسی طرح اقوام متحدہ نے ایسی دسیوں قراردادیں منظور کیں جن کی بدولت مسلم سرزمینوں پر جارحیت مسلط اور چڑھائی کرنے کو جائز قرار دیا گیا۔ جیسے: تقسیمِ فلسطین کی قرارداد، اسرائیل کو تسلیم کرنے کی قرارداد، عراق پر پابندیاں عائد کرنے کی قرارداد، افغانستان اور مالی پر صلیبی حملوں کو جائز قرار دینے کی قراردادیں۔

بس جس نے اقوام متحدہ کے اس استعماری نظامِ جمہوریت (جو کہ دراصل "ابلیسی نظامِ کفریہ" ہے) کو تسلیم کرتے ہوئے سیاست و اقتدار کو اس نظام کے مطابق چلایا، اس کو تو جینے کا حق حاصل رہا، مگر جس کسی نے اس نظام کو چھوڑ کر اس کے مقابلے میں موجود کسی وضع شدہ آئین کی حاجت کے بغیر شریعت اسلامی کو نافذ کرنے کی کوشش کی تو اس سے جینے کا حق بھی چھین لیا گیا، اور یہ سلسلہ تاحال جاری و ساری ہے۔

آج بلادِ اسلامیہ میں جب کہ بیداری کی لہر پوری آب و تاب کے ساتھ ظاہر ہو چکی ہے اور عالم اسلام مغرب کے عطا کردہ جمہوری نظام کی ظلم و بربریت دیکھ کر "شریعت اسلامی" کے نفاذ کی طرف متوجہ ہو رہا ہے، اس وقت بھی ان ہی نام نہاد دینی و سیاسی جماعتوں کو اقتدار میں لانے کی راہ ہموار کی جارہی ہے جو کہ اس جمہوری ابلیسی نظام پر ایمان رکھتے ہوئے اقتدار میں آنا چاہتے ہیں (لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس راستے سے کبھی اسلامی شریعت کا مکمل نفاذ ممکن ہی نہیں جیسا کہ ہم نے اوپر ثابت کر دیا کہ یہ نظام ہے ہی مسلمانوں کو تاحیات غلام بنائے رکھے جانے کا ضامن)۔ اس کی زندہ مثالیں ترکی، تیونس، مصر وغیرہ ہیں جہاں ایسی مذہبی جماعتوں کو اقتدار میں لایا گیا جو کہ اس جمہوری کفری نظام پر یقین رکھتی ہیں اور پھر انہوں نے اس نظام کو اپنانے کے بعد استعماری طاقتوں کے ہاتھوں روبوٹ بن کر ان کے مفادات کو پورا کرنے کے لیے اہل اسلام اور مسلمانوں پر پہلے سے بھی زیادہ مزید ظلم و ستم ڈھانے کا سلسلہ شروع کر دیا۔

اس کے برعکس ان قوتوں کو اقتدار میں آنے سے پوری قوت کے ساتھ روکنے کی کوشش کی گئی جو کہ انسانی ہاتھوں اور ذہنوں سے وضع کردہ استعماری آئین و دستور سے آزاد رہ کر خالصتاً حقیقی اسلامی و انسانی اور امن وامان والا نظام الٰہی کو لانا چاہتے ہیں جس کی اولین ترجیحات میں اللہ تعالی کی شریعت کو نافذ اور خلافت کا قیام سر فہرست ہے۔ لیبیا، مالی اور شام اس کی بہترین مثالیں ہیں جہاں ذکر کردہ مقاصد کے حصول میں سر کردہ اسلامی قوتوں کو اکثریت میں ہونے کے باوجود عالم کفر متفقہ طور پر اقتدار میں آنے سے روکنے کی حتی الامکان کوششیں کر رہا ہے اور ہزاروں مسلمانوں کا خون بہا رہا ہے۔

جہاں تک تعلق ہے "بلادِ اسلامیہ پاکستان" کا، یہاں بھی اسی قسم کی معرکہ آرائی اس ملک کے قیام کے دن سے جاری وساری ہے کہ ان نام نہاد دینی جماعتوں کو تو سیاست کرنے اور اقتدار کی دوڑ میں ایک حد تک شریک ہونے کی اجازت ہے جو کہ غلامانہ استعماری جمہوری فرنگی اقدار پر یقین رکھتی ہوں؛ جبکہ ان مسلمانوں کو تہہ تیغ کر دیا جاتا ہے جنہوں نے اس کفریہ جمہوری نظام سے برأت کرتے ہوئے خالصتاً شریعت کے نفاذ کی آواز اٹھائی ہو (جیسا کہ: لال مسجد اور سوات کی "شریعت یا شہادت" کی تحریک)...اور اب ان پانچ سالوں میں "جمہوریت بہترین انتقام ہے" کے اصول پر جو انتقام بلاد اسلامیہ پاکستان کے عوام

سے لیا گیا ہے، اس ابلیسی جمہوری نظام سے بیزاری آج پورے عروج پر ہے اور اس استعماری نظام کفر کی بنیادیں اب بوسیدہ ہو چکی ہیں اور قریب ہے کہ یہ نظام کسی وقت بھی شکست وریخت سے دوچار ہو جائے۔

چنانچہ آج پورا عالم کفر مسلمانوں کو غلام بنائے رکھنے کی خاطر اس استعماری نظام کو برقرار رکھنے کے لئے پوری طرح متحرک نظر آرہا ہے۔ آل سعود سے لے کر آل یہود تک سب اس نظام کی بقاء کے حوالے سے متفکر ہیں اور اس کے لئے اپنے نئے اور پرانے جمہوری مذہبی وسیاسی کارندوں کو حرکت میں لایا جارہا ہے اور آنے والے دنوں میں ہو سکتا ہے کہ ایک ایسے ملغوبے کو اقتدار بخشا جائے جو کہ اصلاً تو اسی ابلیسی جمہوری نظام کا پاسباں ہو مگر اس میں نام نہاد اسلامی جماعتوں کی شرکت کی وجہ سے اسلامی چھاپ بھی نظر آئے۔

مسلمانوں پر جمہوری نظام کو مسلط کرنے کے لیے تمام اہل کافر متحد ہو کر ایڑی چوٹی کا زور اس لیے لگا رہے ہیں کہ یہ ابلیسی جمہوری نظام مسلمانوں کو فکری، سیاسی، معاشی، عسکری، معاشرتی، ثقافتی، تہذیبی اور اجتماعی طور پر غلام بنائے رکھنے کا ضامن ہے۔ جب تک یہ استعماری نظام مسلمانوں پر مسلط ہو گا اس وقت تک مسلمانوں کو نہ آزادی مل سکے گی، نہ وہ اللہ کے دین اسلام کو نافذ کر سکیں گے، نہ تمام مسلمان بکھرے ہوئے مختلف ملکوں میں سے ایک امت مسلمہ بن سکیں گے، نہ مسلمانوں میں اسلامی اخوت، بھائی چارہ پیدا ہو گا، نہ مسلمانوں کے مابین امن وامان قائم ہو گا، نہ مسلمان کسی بھی سیاسی، فکری، معاشرتی اور اقتصادی میدانوں میں ترقی کر کے اس میدان کی باگ ڈور کو اپنے ہاتھ میں سنبھال کر دنیائے عالم کی قیادت دوبارہ کرنے کے قابل ہو سکیں گے۔

الغرض مسلمان اس استعماری جمہوری نظام کی بدولت ہر میدان میں اور ہر سطح پر غلام کی طرح رہیں گے اور شکست خوردہ اقوام کی طرح ذلت ورسوائی کو گلے سے لگا کر پسماندگی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہونگے۔

مسلمانوں میں اتنی ہمت باقی نہیں رہے گی کہ وہ اپنے آپ کو آزاد کرانے کے لیے استعماری طاقتوں کیخلاف جدوجہد کریں کیونکہ اگر کوئی مسلمان ایسا کرنے کی جرأت کرے گا تو مسلمانوں پر مسلط استعماری طاقتوں کے کارندے جمہوری نظام کی رٹ قائم کرنے کے نام پر اس کو نشانہ بنانے میں لگ جائیں گے۔ پھر یہی جمہوری نظام کے محافظ حکمران اور افواج اس مسلمان کو باغی اور دہشت گرد قرار دیتے ہوئے اس کی

سرکوبی کے لیے ہر سطح پر سازشیں اور چالیں چلتے ہوئے بیگناہ عام مسلمانوں کو بھی نشانہ بنانے اور استعماری طاقتوں کی چوکھٹوں پر ان کے خون کے چڑھاوے چڑھانے لگ جائیں گے۔

جب ان حکمرانوں کا اصل چہرہ عوام الناس کے سامنے بے نقاب ہو جائے گا اور وہ ان کی اصلیت کو پہچان جائیں گے تو استعماری طاقتیں اپنے نئے اور پرانے آلہ کاروں کو انتخابات میں کھڑا کر کے عوام الناس کے سامنے مختلف سبز باغوں اور مختلف وعدوں کے ساتھ نجات دہندہ بنا کر پیش کریں گی۔

اب سادہ لوح عوام انتخابات میں حصہ لینے والوں میں سے جس کے ساتھ بھی امیدیں وابستہ کر لیں اور جسے مرضی اقتدار میں لے آئیں، کام اس نے استعماری طاقتوں کی خواہشات ہی کے مطابق کرنا ہے۔ وہ نت نئے طریقوں سے ابلیسی جمہوری نظام کی رِٹ قائم کرنے کے نام پر مسلمانوں پر کافروں کے شکنجے کو مضبوط بنانے اور انہیں مزید غلامی، پسماندگی اور ذلت ورسوائی کی کھائیوں میں دھکیلنے میں لگا رہے گا۔

اس طرح جمہوری نظام میں نئے چہرے، نئے ناموں اور نئے طریقے سے یہی کھیل ہر بار کی طرح دوبارہ دہرایا جاتا رہے گا اور مسلمان برائی کی جڑ "جمہوری نظام" کو جڑ سے اکھاڑنے کی بجائے اس نظام میں آنے والے چہروں اور ناموں کو تبدیل کرنے میں اپنی جدوجہد اور اپنا وقت برباد کرتے رہیں گے، جس سے نہ مسلم عوام کے حالات تبدیل ہونگے اور نہ استعماری طاقتوں کی طرف کوئی متوجہ ہی ہو گا۔

لہذا اہل پاکستان پر یہ لازم ہے کہ وہ برصغیر پاک وہند میں فرنگی تسلط کے بعد سے جو کھیل یہاں کھیلا گیا، اس کی حقیقت کو سمجھیں اور اس کھیل کے جو کردار تھے، ان کی تاریخ کو اور ان کرداروں کے جانشین جو کردار اب پاکستان میں ادا کر رہے ہیں اس کو جان لیں تاکہ اُس دھوکے اور فریبی جال سے چھٹکارا پا سکیں جس میں وہ ساٹھ سال سے پھنسے ہوئے ہیں۔

زیرِ نظر کتاب اسی تناظر میں ایک ادنیٰ سی کاوش ہے جس کو بھرپور طریقے سے عام کرنے اور اس حوالے سے عوام الناس کا ذہن بنانے کی ضرورت ہے تاکہ پاکستان کے عوام ظلم وبربریت پر مبنی استعماری ابلیسی

نظام سے چھٹکارا حاصل کر کے شریعت کے نفاذ کی طرف متوجہ ہو سکیں جو کہ دنیا و آخرت دونوں میں فلاح و کامیابی کا ضامن ہے۔ کیونکہ یہ اللہ تعالی کی سنت ہے کہ:

{ إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِقَوْمٍ سُوءًا فَلَا مَرَدَّ لَهُ وَمَا لَهُمْ مِنْ دُونِهِ مِنْ وَالٍ } [الرعد : 11]

"حقیقت یہ ہے کہ اللہ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے آپ کو نہیں بدل دیتی۔ اور جب اللہ کسی قوم کی پکڑ کا ارادہ کر لیتا ہے تو وہ بدلا نہیں کرتا اور اس کے سوا کوئی بھی ان کا مددگار نہیں"۔

لاوا جو پھٹنے کو ہے!

دہائیوں تک فرنگی کے اس قابل نفرت نظام تلے پسے رہنے والے عوام کے صبر کے پیمانے لبریز ہو رہے ہیں۔ ظلم ایک ایسی سطح تک پہنچ گیا ہے کہ اٹھ کھڑے ہونے اور آگے بڑھ کر اپنا حق چھین لینے کے سوا کوئی چارہ باقی نہیں بچا۔ بلوچستان کے ویرانوں سے مسخ شدہ لاشیں برآمد ہونے کا سلسلہ جاری ہے، قبائلی مسلمانوں پر ڈرون حملوں کی خونی بارش بھی تھمتی نظر نہیں آرہی، جنوبی وزیرستان تا خیبر و مہمند عام آبادیاں تاحال فضائیہ کے جہازوں کیلئے تختہ مشق بنی ہوئی ہیں اور مجاہدین سے تعلق کے الزام میں قید باحمیت نوجوانوں کی تشدد زدہ لاشیں سڑکوں اور چوراہوں پر پھینکنے کا وحشیانہ اسلوب بھی ابھی تک نہیں بدلا۔ عام آدمی کو ایسے ظالمانہ معاشی شکنجے میں کس دیا گیا ہے کہ اپنی حیوانی ضروریات پوری کرنے سے بڑھ کر کوئی عالی تر مقصد اس کے پیش نظر باقی نہیں بچا اور اللہ کا خلیفہ بنا کر دنیا میں اتارے جانے والے انسان کیلئے اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پالنا ہی زندگی کا واحد محور بن گیا۔ یہ ریاستی نظام شرعاً تو پہلے بھی ڈھائے جانے کا مستحق تھا لیکن اب تو عقلاً بھی تبدیلی ناگزیر ہو گئی ہے۔ ملک کے کسی ادارے پر عوام کا اعتماد باقی نہیں بچا۔ سیاست دانوں کی بدعنوانی و مفاد پرستی ضرب المثل بن چکی ہے۔ فوج اور خفیہ ایجنسیوں کا ظلم و بربریت اور فوجی جرنیلوں کی عیاش طرزِ زندگی سبھی سے پردے اٹھ چکے ہیں۔ عدلیہ کے کالے کوٹوں میں چھپے کالے دن بھی سیاسی کھیل تماشوں میں مشغول اور عوام کو انصاف فراہم کرنے میں قطعاً ناکام رہے ہیں۔

پاکستان کے عوام میں پکتے اس لاوے کو عرب دنیا کی باغیانہ انقلابی تحریک نے مزید مہمیز دی ہے۔ چالیس سال سے عرب مسلمانوں کی گردنوں پر مسلط حکمران و فوجی جرنیل جو اپنے تخت کی پائیداری اور اپنے نظام کی قوت پر نازاں تھے، انہی فرعونوں کو دنیا نے گلی کوچوں میں عام نوجوانوں کے ہاتھوں عبرت کا نشان بنتے دیکھا۔ تیونس کا صدر ابن علی جان بچا کر ملک سے فرار ہونے پر مجبور ہوا، مصر کا حسنی مبارک اپنی بدبخت اولاد سمیت جیل میں ڈال دیا گیا، یمن کا علی عبداللہ زخمی ہونے کے بعد اقتدار اپنے نائب کو دے کر امریکہ جا بیٹھا اور قذافی اور اس کے بیٹے کو لیبیا کی سڑکوں پر گھسیٹ گھسیٹ کر قتل کیا گیا۔ ان سب واقعات نے یقیناً اس ملک کے باحمیت لوگوں میں بھی جذبے بیدار کئے ہیں اور انہیں بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے۔

اسلامی انقلاب کو روکنے کیلئے 'کنٹرولڈ جمہوری نظام' کا منصوبہ

لیکن ملک کے ارباب اقتدار اس ساری صورتحال سے کسی طور بھی غافل نہیں۔ وہ بھی حالات کو پلٹا کھاتے اور عوام کے تیور بدلتے دیکھ رہے ہیں۔ اسی لئے انہوں نے عوام کے جذبات کو کسی خطرناک رخ پر جانے سے روکنے اور اپنا مطلوبہ رخ دینے کیلئے ان کے غصے کو تحلیل کرنے اور ان کے دلوں میں موجزن تحریک کے ثمرات پر ڈاکہ ڈالنے کیلئے ایک پرانہ اور آزمودہ نسخہ استعمال کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس سے قبل کہ لوگ کوئی حقیقی انقلاب برپا کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوں، ایک 'کنٹرولڈ جمہوری نظام' لانے کا منصوبہ بنایا ہے۔ پاکستان کے مسلمانوں کو بیوقوف بنانے کیلئے سجائے گئے اس نئے اسٹیج کے مکروہ کردار بھی گذشتہ ایک ڈیڑھ سال میں صاف نظر آنے لگے ہیں۔ مستقبل کی جو تصویر کل تک ذرا دھندلی تھی اس کے خدوخال آج بڑی حد تک نمایاں ہوگئے ہیں۔ تبدیلی کا نعرہ بلند کرنے والے شخص کے اردگرد وہی فتیج بدمعاش ٹولہ اکٹھا ہورہا ہے جس کا احتساب کرنے کے نام پر یہ 'عوامی سونامی' برپا کی جارہی ہے۔ اصولاً اس کھیل سے دھوکہ کھانے کی کوئی وجہ نہیں لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ایک ایسی قوم جو ٹی وی دیکھ دیکھ کر اور اخبارات پڑھ پڑھ کر اپنی ایمانی بصیرت بڑی حد تک کھو بیٹھی ہو اور جسے میڈیا ہنسائے تو ہنس پڑے، رلائے تو رو پڑے اور اٹھائے تو اٹھ کر جس طرف وہ چلانا چاہے چل پڑے، اس سے کچھ بعید نہیں کہ وہ اس سیدھے سادے فریب و دھوکے کو پہچاننے میں بالکل ہی ناکام رہے اور ایک بار پھر بیوقوف بن جائے۔

انگریز کی سکھلائی ہوئی مکار حکمتِ عملی

پاکستان کی تاریخ میں یہ پہلا موقع نہیں جب حکمران طبقہ اس ملک کے سادہ لوح عوام کے پاکیزہ جذبات کو، ان کی اسلام سے محبت کو، ان کے جذبہ قربانی کو استعمال کرکے اپنے مکروہ اہداف حاصل کرنا چاہ رہا ہے۔ فرنگی کے شاطرانہ ذہن کے زیرتربیت رہنے والا یہ حکمران طبقہ اس فن میں طاق ہے کہ جب کبھی عوام ظلم سے تنگ ہوکر بجنگ آمد ہوجائیں، جب کبھی وہ اپنے حقوق لینے کیلئے اٹھ کھڑے ہوں تو اپنے ہی میں سے کچھ لوگ نہایت سلیقے کے ساتھ ان میں داخل کردیئے جائیں جو آہستہ آہستہ عوامی تحریک پر قبضہ

کر لیں اور اسے وہی رخ دے دیں جو حکمران ٹولے کو مطلوب ہو۔ ویسے بھی جمہوری نظام کی یہ خاصیت ہے کہ یہ عوام کا غصہ کسی ایک نقطے پر مرتکز نہیں ہونے دیتا۔ جب بھی لوگ کسی ایک چہرے سے تنگ آجائیں تو نظام میں کوئی جوہری تبدیلی لائے بغیر ہی کسی دوسرے چہرے کو سامنے لے آیا جاتا ہے اور یوں عوام سالہا سال کولہو کے بیل کی طرح ایک ہی محدود سے دائرے میں گھومتے رہتے ہیں، کبھی ایک سراب کے پیچھے دوڑ دوڑ کر ہلکان ہوتے ہیں تو کبھی دوسرے کے پیچھے، لیکن ان کے ہاتھ تھکن، خواری اور ذلت کے سوا کچھ نہیں آتا۔

ایک خواب جو کبھی حقیقت نہ بن سکا

ہمیں بیوقوف بنانے کا یہ سلسلہ قیام پاکستان کے وقت سے ہی شروع ہو چکا تھا۔ وہ سارے غداران دین و ملت جو کبھی رنجیت سنگھ کی چوکھٹ پر اور کبھی برطانوی جرنیلوں کے قدموں میں سجدہ ریز نظر آئے، وہ بدبخت جو شمع جہاد کے پروانوں کا لہو بیچ بیچ کر جاگیردار اور وڈیرے بنے، جنہوں نے انگریزی سرکار کے احکامات کی تعمیل میں ہزارہا علماء کے خون سے ہاتھ رنگے، جنہوں نے جنگ عظیم اول میں خلافت عثمانیہ کو گرانے کے 'مقدس فریضے' میں فرنگی کا ساتھ دیا، جنگ عظیم دوم میں سلطنت برطانیہ کی مدد کیلئے گاؤں گاؤں گھوم کر چندہ جمع کیا اور اپنے خاندانوں اور قبیلوں کے ہزاروں جوانوں کو جہنم کا ایندھن بننے کیلئے میدان میں اتارا، برصغیر کے یہ ذلیل ترین لوگ جو دوسو سال تک فرنگی کے پاؤں دھو دھو کر پیتے رہے اور امت کی تاریخ میں غداری اور پست کرداری کا سیاہ ترین باب رقم کر گئے، ایک ایسا باب کہ جس کے ذکر سے بھی گھن آئے اور جس کے تعفن سے روح کانپ اٹھے۔۔۔یہی ذلیل لوگ جن سے نجات پانے کیلئے عوام نے پاکستان کا خواب دیکھا تھا' قیام پاکستان کے بعد ہمارے آقا و حاکم بن بیٹھے اور مسلمانان برصغیر نے لاکھوں جانیں دے کر، ہزارہا عزتیں لٹوا کر، تاریخ انسانی کی سب سے بڑی اور خونی ہجرت کر کے جو ہدف حاصل کرنا چاہا تھا، اس کے پورے ہونے میں یہی ابن الوقت طبقہ، یہی درہم و دینار کے پجاری حائل ہو گئے۔

غداروں کی شیطانی مثلث

جاگیرداروں کا یہ غدار ٹولہ قیام پاکستان کے عین قبل تک انگریز کے اشاروں پر تشکیل کردہ "یونینسٹ پارٹی" میں مجتمع تھا۔ یہ پارٹی بنیادی طور پر پنجاب کے ان جاگیرداروں، خان بہادروں، نوابوں اور سجادہ نشینوں کا اکٹھ تھا جنہیں انگریز نے ان کی لازوال وفاداری کے صلے میں القابات، اعزازات، خطیر رقوم اور بڑی بڑی زمینوں سے نوازا تھا۔ سندھ میں بھی اسی طرز پر "یونائیٹڈ پارٹی" کے نام سے ایک جماعت موجود تھی جس کے اہم رہنماؤں میں بھٹو کا باپ 'سر' شاہنواز بھٹو بھی شامل تھا۔ سرحد میں انگریز کے ٹوڈی خوانین (مثلاً ہوتی اور شیر پاؤ خاندان) بالعموم آزاد امیدواروں کے طور پر انتخابات میں اترتے تھے۔ جبکہ قبائلی علاقہ جات اور بلوچستان میں انتخابات کے دھوکے باز نظام کی بجائے پولیٹیکل ایجنٹ کا ظالمانہ نظام مسلط تھا۔ پولیٹیکل ایجنٹ کے ذریعے قوم کے نمائندہ روایتی مشران کی جگہ انگریز کے چنیدہ سرکاری ملکان اور سرداران کو سامنے لایا گیا۔ یوں انگریز نے ہر قوم کے ذلیل ترین لوگوں کو چن کر ان کی سرپرستی کی اور انہیں پہلے اپنی قوم پر اور آہستہ آہستہ پورے ہندوستان کے مسلمانوں پر مسلط کیا۔ انہی غدار طبقوں کی اولادیں اور انہی کے خاندانوں اور قبیلوں کے لوگ شاہی ہندی فوج میں بھی آگے آگے نظر آتے تھے۔ سول انتظامیہ (بیوروکریسی) میں بھی انہی کی جڑیں سب سے مضبوط تھیں۔ یہ درحقیقت فرنگی کے زیر سایہ پروان چڑھنے والا فوج جاگیردار سیاسی خاندان اور بیوروکریسی کا ایک ابلیسی گٹھ جوڑ تھا جو آج تک برقرار ہے۔ آج بھی ملک پر اسی شیطانی مثلث کی حکومت ہے۔

فرنگی کے پجاری

چاپلوسوں اور خوشامدیوں پر مشتمل خسیس لوگوں کا یہ بدطینت گروہ انگریز کو اسی طرح پوجتا تھا جیسے مسلمان اپنے رب کو پوجتا ہے۔ ان کے نزدیک ان کا رازق و مالک بھی فرنگی تھا اور ملجاو ماویٰ بھی فرنگی، ان کی محبت و اطاعت کا، سجدوں اور نیازوں کا اور تسبیح و تہلیل کا مستحق بھی یہی فرنگی تھا۔ ذیل میں اسی مشرکانہ طرزِ عبادت کا ایک نمونہ نقل کیا جارہا ہے۔ تاج برطانیہ ایڈورڈ ہفتم کے جشن تاج پوشی کے موقع پر ڈیرہ

غازی خان کے رئیسوں اور سرداروں نے برطانوی سرکار کو عرضداشت پیش کی تھی تاکہ نئے برطانوی فرمانروا کو اپنی وفاداری کا یقین دلایا جاسکے۔ اس دستاویز پر دستخط کرنے والوں میں پاکستانی سیاست میں نظر آنے والے کئی نمایاں ناموں مثلاً فاروق لغاری، میر بلخ شیر مزاری، سردار نصر اللہ خان دریشک اور ذوالفقار علی کھوسہ کے آباءواجداد بھی شامل تھے۔ پڑھتے جایئے اور شرماتے جایئے:

عرضداشت گر قبول افتند زہے عزوشرف

بعد عرض فیض عرض باری افتگان پایۂ سرپر سلطانی، ظل یزدانی، آیت دولتِ جاودانی، عدل و انصاف اور جہاں بانی کے مصدر و منبع، اعلیٰ حضرت، شہنشاہِ عالی جاہ، عالم پناہ، والدِ بارگاہ، خدیو گہیاں، منصفِ دوراں، سلیمانِ زماں، جمشید جہاں، جناب معلی القاب، فیض مآب، معدلتِ انتساب، شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم، اللہ ان کے اقبال اور شان و شوکت کو تاابد قائم و دائم رکھے۔!

بے حد عجز و انکسار کے اظہار اور تسلیمات بے اندازہ و تعظیمات بیشمار کے بعد، ہم ساکنان ڈیرہ غازی خان صوبہ پنجاب ملک ہندوستان، یعنی بلوچی سرداران، ملازمان، رئیسان، میونسپل کمشنران اور دیگر رعایا ادب و نیاز، پایۂ تختِ اعلیٰ حضرت شہنشاہِ جہاں پناہ، منبع فیوض و برکات کو بوسہ دیتے ہوئے بادشاہ سلامت کی تاج پوشی کے جشن پر بہ پرخلوص ہدیۂ تہنیت پیش کرتے ہیں۔ درحقیقت ہمارے لئے یہ جشن سعید ہے کہ شہنشاہ برطانیہ اور قیصر ہند کی تاج پوشی کے باعث ہم جانثار و وفادار بندوں کو اس پرُمسرت موقع پر بے حد خوشی اور سرور حاصل ہوا۔ یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ ہم سلطنت عظمیٰ کے دوسرے ممالک میں بسنے والوں کا مقابلہ علوم و فنون کی تحصیل اور تجارت و زراعت کی ترقی میں کسی طور پر نہیں کرسکتے، مگر ہم اس بات پر بجا طور پر نازاں ہیں کہ ہم برطانیۂ عظمیٰ کے تخت کی تابعداری اور فرمانبرداری میں ان سے کسی طرح پیچھے نہیں ہیں۔ ہم بصد عقیدت و احترام حضرت ملکہ معظمہ مغفورہ و مرحومہ قیصرۂ ہند کی ذات والا صفات کے مداح ہیں جو ہمارے لئے گنجینۂ فیوض و برکات تھیں۔ وہ بیشمار اوصاف حمیدہ کی حامل تھیں جنہیں حیطۂ تحریر و تقریر میں نہیں لایا جاسکتا۔ مختصر یہ کہ ملکہ ممدوحہ مغفورہ نہ صرف عدل پرور اور کرم گستا تھیں بلکہ ہندوستان کی رعایا کیلئے شفقت و مہربانی کے لحاظ سے مادر بھی تھیں۔ اس ملک میں ولی عہدی کے

زمانے میں حضور پر نور کی تشریف آوری اب تک ہمارے لئے انتہائی مسرت اور طمانیت کا باعث ہے۔ ہماری عاجزانہ درخواست ہے کہ حضور انور شہنشاہ اکبر اپنے عہدِ حکومت میں انہی خیالات عالیہ کا اظہار فرماتے ہوئے اس دور افتادہ علاقے کے باسیوں کو حسب معمول اپنے شاہانہ اور کریمانہ الطاف و عنایات سے نوازتے رہیں گے جن کے پیش نظر حضور نے اس سرزمین کو وقار بخشا تھا۔ آخر میں ہماری دعا ہے کہ خدائے ذوالجلال شہنشاہ با استقلال اور عالم پناہ کمال کے اقبال و اجلال کو ہمیشہ عروج بخشے اور شایۂ ہما پایہ، فیض گنجور حضرت ملک معظمہ کے فیوضات کا ظہور اہل جہاں کی پیشانی پر تا ابد قائم و دائم رہے۔ اقبال و اجلالِ شہنشاہ با استقلال و عالم پناہِ باکمال را پیوستہ بعروج داراد و سائہ ہما پایا حضور فیض گنجور حضرت ملکہ معظمہ، صفالین ظہور بر مفارق عالمیان تابقائے جہاں دائم و قائم داراد و بحرمتِ النون والضاد، آمین یا الٰہ العالمین!۔

غیور بلوچ قبائل کو غلام بنائے رکھنے کیلئے اسی طرح کے ذلیل، چاپلوس اور انگریز کے ٹوڈی سرداروں کو اوپر لایا گیا تھا جو ہر قسم کی دینی حمیت اور قومی غیرت سے عاری تھے۔ یہ تو محض ایک نمونہ ہے ورنہ ہندوستان کے ہر علاقے کے کمینے ترین لوگ اسی طرح انگریز کے تلوے چاٹ چاٹ کر اس سے پیسے اور جاگیریں بٹورتے رہے اور دیکھتے ہی دیکھتے اس خطے کے غیور مسلمانوں پر حاکم بن بیٹھے۔

ضمیر فروشی کی داستان

1925ء میں برطانوی فرمانرواو ملکہ کے عہد حکومت کے پچیس سال پورے ہونے پر ملتان ڈویژن کی سیاسی قیادت نے فرمانروا ملکہ کی خدمت میں ایک مبارکبادی پیغام بھیجا جو ان غداروں کی ضمیر فروشی اور غاصب انگریزی حکومت سے ان کی مکمل وفاداری کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ یاد رہے کہ اس وقت ملتان ڈویژن میں ملتان، مظفر گڑھ، جھنگ، ڈیرہ غازی خان، فیصل آباد اور سیالکوٹ کے اضلاع شامل تھے۔ یہ نکتہ بھی قابل توجہ ہے کہ دستخط کرنے والوں میں سب سے اوپر سابق وزیر اعظم پاکستان یوسف رضا گیلانی کے دادا کے بھائی مخدوم سید محمد رضا شاہ گیلانی کا نام ہے۔ ذیل میں اس سپاس نامے کا متن نقل کیا جارہا ہے۔

”سپاس نامۂ تہنیت“

بر جشن سلور جوبلی حضور شہنشاہ معظم وملکۂ معظمہ

منجانب رعایا ملتان ڈویژن

بحضورِ فیض گنجور کمشنر صاحب بہادر ملتان۔

حضور والا!

آج کے دن کی تاریخ برطانوی سلطنت میں آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ شہنشاہ معظم اور ملکہ معظمہ کی سلور جوبلی منانے کیلئے سلطنت برطانیہ کے ہر کونے میں ہر زن و مرد، پیر و جوان بے تاب نظر آتا ہے اور اس عالمگیر خوشی کا اظہار نہ تو قلم صحیح طور پر کر سکتا ہے اور نہ زبان۔ اس جذبۂ محبت کی تہہ میں شہنشاہ معظم کی ہمہ گیر شخصیت ہے جنہوں نے ہر موقع پر اپنے افعال و اقوال سے ثابت کر دیا ہے کہ رعایا کی خوشی ان کی خوشی ہے اور رعایا کا غم ان کا غم۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی رعیت کا ہر فرد و بشر ان کے عہد حکومت کے پچیس سال گزرنے پر نہ صرف شادمان ہے بلکہ بدست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہمارے سر پر عرصہ دراز تک سلامت رکھے تاہم ہم ان کی گولڈن اور ڈائمنڈ جوبلی بھی اسی شادمانی اور خوشی کے ساتھ منائیں۔ حضور والا! آپ کو یاد ہو گا کہ عالمگیر جنگ کے خاتمے پر کس طرح اتحادی سلطنتیں دشمن سے سخت ترین بدلہ لینے کیلئے تیار تھیں۔ لیکن یہ شہنشاہ معظم ہی کا ہمدردی سے بھرا ہوا دل تھا جس نے اتحادیوں کو مجبور کیا کہ وہ فتح و نصر حاصل کرنے کے بعد بھی دشمن سے صلح کرتے وقت اپنے دل میں غصہ و انتقام کو جگہ نہ دیں۔ شہنشاہ معظم کے اس صلح جویانہ اصول نے دشمنوں کے دل پر بھی فتح حاصل کر لی۔ انگلستان کی تاریخ میں کسی بادشاہ کو ”فاتح“ کسی کو ”اعظم“ اور کسی کو ”نیک“ اور کسی کو ”صلح کل“ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ مگر ہمارے شہنشاہ معظم کو آئندہ آنے والی نسلیں ”شریف دل“ کے نام سے یاد رکھیں گے۔ آئیں ہم سب مل کر دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ایسے شریف دل بادشاہ کو ابد تک ہمارے سروں پر سلامت رکھے۔

وہ سلامت رہیں ہزار برس
ہر برس کے دن ہوں پچاس ہزار

دستخط کنندگان سپاس نامہ، ملتان ڈویژن کی جملہ لوکل باڈیوں میں کل رعایا کے نمائندگان ہیں۔ اور ہم حضور والا کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم ان جذبات محبت و عقیدت و وفاداری کا اظہار کرتے ہوئے اس ڈویژن کی برطانوی رعایا کے لاکھوں افراد کی بالکل صحیح نمائندگی کر رہے ہیں جن کے دلوں میں حضور شہنشاہ معظم و ملکہ معظمہ کیلئے محبت وفاداری کے جذبات نہایت جوش و خروش کے ساتھ موجزن ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ حضور والا ہمارے ان دلی جذبات کو جنہیں ہم نے اس صفحے پر اکٹھا کرنے کی کوشش کی ہے بذریعہ لوکل گورنمنٹ حضور شہنشاہ معظم و ملکہ معظمہ کی خدمت اقدس میں ضرور بھجوادیں گے۔ (المرقوم: ماہ مئی 1925ء)

جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

ایسا ہی ایک دعانامہ پنجاب کے سجادہ نشینوں اور نام نہاد 'اولیائے کرام' نے سنہ 1919ء میں گورنر پنجاب مائیکل اوڈووائر کی خدمت میں پیش کیا۔ وہی اوڈووائر جس کے احکامات پر جلانوالہ باغ میں عوام الناس کو گولیوں سے بھون ڈالا گیا تھا اور جس کے دور حکومت میں لاہور، گوجرانوالہ اور امرتسر سمیت پنجاب کے بیشتر اہم علاقوں میں مارشل لاء نافذ کر کے شدید مظالم توڑے گئے تھے۔ اس دستاویز کو نقل کرتے ہوئے بھی سر شرم سے جھک جاتا ہے کہ ہماری قوم میں ایسے پست کردار اور فرنگی سے ایسی دیوانی محبت رکھنے والے لوگ بھی موجود تھے! اللہ ہمیں اس قابل نفرت مخلوق کے غلیظ گناہوں کی نحوست سے بچالے اور اس خطے کی پیشانی پر لگے بدنما دھبوں کو اپنے خون سے ہمیشہ کیلئے دھوڈالنے کی توفیق دے۔ آمین۔

ملاحظہ کیجئے:

حضور والا!

ہم خادم الفقراء، سجادہ نشینان و علماء مع متعلقین شرفائے حاضر الوقت مغربی حصہ پنجاب نہایت ادب و عجز و انکساری سے یہ دعانامہ لے کر خدمت عالی میں حاضر ہوئے ہیں اور ہمیں یقین کامل ہے کہ حضور انور جن کی ذات عالی صفات میں قدرت نے دلجوئی، ذرہ نوازی اور انصاف پسندی کوٹ کوٹ کر بھر دی ہے ہم خاکساران باوفا کے اظہار دل کو توجہ سے سماعت فرما کر ہمارے کلاہ فخر کو چار چاند لگا دیں گے۔

سب سے پہلے ہم ایک دفعہ پھر حضور والا کو مبارکباد کہتے ہیں۔ جس عالمگیر و خوفناک جنگ (یعنی جنگ عظیم اول) کا آغاز حضور کے عہد حکومت میں ہوا وہ حضور ہی کے زمانے بخیر و خوبی انجام پاگئی اور یہ بابرکت و باحشمت سلطنت، جس پر پہلے بھی سورج کبھی غروب نہیں ہوتا تھا اب آگے سے زیادہ مستحکم اور آگے سے زیادہ روشن اور اعلیٰ عظمت کے ساتھ جنگ سے فارغ ہوئی، جیسا کہ شہنشاہ معظم نے اپنی زبان مبارک سے بھی ارشاد فرمایا ہے۔ واقعی برطانوی تلوار اس وقت نیام میں داخل ہوئی جب دنیا کی آزادی، امن و امان اور چھوٹی چھوٹی قوموں کی بہبودی مکمل طور پر حاصل ہو کر بالآخر سچائی کا بول بالا ہو گیا۔ حضور کا زمانہ ایک نہایت نازک زمانہ تھا اور پنجاب کی خوش قسمتی تھی کہ ان کی عنان حکومت اس زمانے میں حضور جیسے صاحب استقلال، بیدار مغز اور عالی دماغ حاکم کے مضبوط ہاتھوں میں رہی جس سے نہ صرف اندرونی امن ہی قائم رہا بلکہ حضور کی دانشمندانہ رہنمائی میں پنجاب نے اپنے ایثار و وفاداری اور جاں نثاری کا وہ ثبوت دیا جس سے "شمشیر سلطنت" کا قابل فخر لقب پایا۔ پھر بھرتی کا معراج، صلیب احمر کی اعجاز نما دستگیری، قیام امن کی تدبیر، تعلیم کی ترقی، سب حضور ہی کی کاوشیں ہیں اور حضور ہی ہیں جنہوں نے ہر موقع پر اور ہر وقت پنجاب کی خدمات اور حقوق پر زور دیا۔ صرف جناب والا کو ہی ہماری بہبود مطلوب نہ تھی بلکہ صلیب احمر یعنی ریڈ کراس اور تعلیم نسواں کے نیک نام میں حضور کی ہمدم اور ہم راز جنابہ لیڈی اوڈوائر صاحبہ نے جن کو ہم مروت کی زندہ تصویر سمجھتے ہیں، ہمارا ہاتھ بٹایا اور ہندوستانی مستورات پر احسان کر کے ثواب دارین حاصل کیا۔ ہماری ادب سے التجا ہے کہ وہ ہماری دلی شکریہ قبول فرماویں۔

حضور انور! جس وقت ہم اپنی آزادیوں کی طرف خیال کرتے ہیں جو ہمیں سلطنت برطانیہ کے طفیل ہوئیں، جب ہم دخانی جہازوں کو سطح سمندر پر اٹھکیلیاں کرتے دیکھتے ہیں جن کے طفیل ہمیں اس مہیب جنگ میں امن و امان حاصل رہا ہے، جب ہم تار برقی کے کرشموں پر، علی گڑھ اور اسلامیہ کالج لاہور و

پشاور جیسے اسلامی کالجوں اور دیگر قومی درسگاہوں پر نظر ڈالتے ہیں، اور پھر جب ہم بے نظیر برطانوی انصاف کو دیکھتے ہیں جس کی حکومت میں شیر اور بکری ایک گھاٹ پر پانی پی رہے ہیں تو ہمیں ہر طرف احسان ہی احسان دکھائی دیتے ہیں۔

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد
کسے را بہ کسے کارے نباشد

باوجود فوجی قانون کے جو کہ خود فتنہ پردازوں کی شرارت کا نتیجہ تھا، مسلمانوں کے مذہبی احساس کا ہر طرح سے لحاظ رکھا گیا۔ شب برأت کے موقع پر ان کو خاص رعایتیں دکھائیں۔ رمضان المبارک کے واسطہ حالانکہ اہل اسلام کی درخواست یہ تھی کہ فوجی قانون ساڑھے گیارہ بجے شب سے دو بجے تک محدود کیا جاوے لیکن حاکم سرکار نے یہ وقت بارہ بجے سے دو بجے کر دیا۔ شاہی مسجد جو فی الاصل قلعے کے متعلق تھی اور جو ابتدائی عملداری سرکار ہی میں واگزار ہوئی تھی، اہالیان لاہور نے اس مقدس جگہ کو ناجائز سیاسی امور کے واسطے استعمال کیا۔ جس پر متولیان مسجد نے جو خود مفسدہ پردازوں کو روک نہیں سکتے تھے، سرکار سے مدد چاہی، یہی وجہ تھی کہ سرکار نے اس کا ایسا ناجائز استعمال بند کر دیا۔ ہم تہہ دل سے مشکور ہیں کہ حضور والا نے پھر اس کو واگزار فرما دیا۔ سرکار نے حج کے متعلق جو مہربانی کی ہے ہم اس سے ناآشنا نہیں اور مشکور ہیں۔

ہم سچ عرض کرتے ہیں کہ جو برکات ہمیں اس سلطنت کی بدولت حاصل ہوئیں اگر ہمیں عمرِ خضر بھی نصیب ہو تو بھی ہم ان احسانات کا شکریہ ادا نہیں کر سکتے۔ ہندوستان کیلئے سلطنت برطانیہ ابرِ رحمت کی طرح نازل ہوئی اور ہمارے ایک بزرگ نے، جس نے پہلے زمانے کی خانہ جنگیاں، خونریزیاں اور بدامنیاں اپنی آنکھوں سے دیکھی تھیں، اس سلطنت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا:

ہوئیں بدنظمیاں سب دور، انگریزی عمل آیا
بجا آیا، بہ استحقاق آیا، بر محل آیا

ہم کو وہ احسان کبھی نہیں بھول سکتا جب ترکوں نے ہمارے مشورے کے خلاف کو تاہ اندیشی سے ہمارے دشمنوں کی رفاقت اختیار کی تو ہمارے شہنشاہ نے ازراہِ کرم ہم کو یقین دلایا کہ ہمارے مقدس مقامات کی حرمت میں سرمو فرق نہیں آئیگا۔ اس الطافِ خسروانہ نے ہماری وفا میں نئی روح پھونک دی۔ "ہل جزاء الإحسان إلا الإحسان" (احسان کا بدلہ احسان کے سوا کچھ نہیں)، ہم ان احسانوں کو کبھی نہیں بھول سکتے۔ اب اس جنگ عظیم کے خاتمے پر صلح کانفرنس میں سلطنت ترکی کی نسبت جلد فیصلہ ہو جانے والا ہے۔ ممکن ہے یہ فیصلہ مسلمانوں کی امیدوں کے بر خلاف ہو۔ ہم بخوبی جانتے ہیں کہ اس فیصلے میں سرکارِ برطانیہ اکیلی مختار کار نہیں ہے بلکہ بہت سی دوسری طاقتوں کا بھی اس میں ہاتھ ہے۔ شہنشاہِ معظم کے وزراء جو کوششیں ترکی کے حق میں کرتے رہے ہیں ہم ان کے واسطے ان کے بہر حال مشکور ہیں۔ یہ مسلمہ امر ہے کہ یہ جنگ مذہبی اغراض پر مبنی نہ تھی اور اپنے اپنے عمل کا اور اس کے نتائج کا ہر ایک خود ذمہ دار ہے۔

رموزِ مملکت خویش خسرواں دانند
گدائے گوشہ نشینی تو حافظ مخروشی

مگر ہمیں پوری توقع ہے کہ ہماری گورنمنٹ اس بات کا خیال رکھے گی کہ مقاماتِ مقدسہ کا اندرونی نظم و نسق مسلمانوں ہی کے ہاتھ میں رہے۔ ہم حضور سے درخواست کرتے ہیں کہ جب حضور وطن کو تشریف لے جائیں تو تاجدارِ ہندوستان (یعنی فرمانروائے برطانیہ) کو یقین دلائیں کہ چاہے کیسا ہی انقلاب کیوں نہ ہو، ہماری وفاداری میں سرمو فرق نہ آیا ہے اور نہ آسکتا ہے اور ہمیں یقین ہے کہ ہم اور ہمارے پیروان اور مریدان فوجی وغیرہ جن پر سرکارِ برطانیہ کے بیشمار احسانات ہیں، ہمیشہ سرکار کے حلقہ بگوش اور جانثار رہیں گے۔

ہمیں نہایت رنج و افسوس ہے کہ ناتجربہ کار نوجوان امان اللہ خان والی کابل نے کسی غلط مشورے پر عہد ناموں کی اور اپنے باپ دادا کے طرز کی خلاف ورزی کر کے خداوند تعالیٰ کے صریح حکم: "واوفو بالعهد إن العهد كان مسؤلا"۔ یعنی (وعدے کا ایفاء کرو، ضرور وعدے کے متعلق پوچھا جائیگا) کی نافرمانی کی۔ ہم جنابِ والا کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم افغانستان کے اس طرز عمل کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ہم

اہالیان پنجاب احمد شاہ ابدالی کے حملوں اور نادر شاہی قتل و غارت گری کو نہیں بھول سکتے۔ ہم اس غلط اعلان کی جس میں اس نے سراسر خلافِ واقع لکھا ہے کہ سلطنت کی مذہبی آزادی میں خدانخواستہ کسی قسم کی کوئی رکاوٹ واقع ہوئی ہے، زور سے تردید کرتے ہیں۔ امیر امان اللہ خان کا خاندان سرکارِ انگلشیہ ہی کی بدولت بنا اور سرکار کی احسان فراموشی کفرانِ نعمت سے کم نہیں۔

ہم کو ان کوتاہ اندیش دشمنان ملک (یعنی مجاہدین) پر بھی سخت افسوس ہے جن کی سازش سے تمام ملک میں بدامنی پھیل گئی اور جنہوں نے اپنی حرکاتِ ناشائستہ سے پنجاب کے نیک نام پر دھبہ لگایا۔ مقابلہ بالآخر مقابلہ ہی ہے۔ ہم حضور کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم ان گمراہ لوگوں کی مجنونانہ و جاہلانہ حرکات کو نہایت نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ کیونکہ ہمارے قرآن کریم میں یہی تلقین کی گئی ہے کہ "ولا تفسدو فی الارض" (یعنی دنیا میں فساد و بدامنی مت پیدا کرو) اور "ان اللہ لا یحب المفسدین" (یعنی بیشک اللہ فساد کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا)۔ حضور والا! اگرچہ آپ کی مفارقت کا ہمیں کمال رنج ہے،

سر غم سے کھنچے کیوں نہ سردار ہمارا
لو ہم سے چھٹا جاتا ہے سردار ہمارا

لیکن ساتھ ہی ہماری یہ خوش نصیبی ہے کہ حضور کے جانشین سر ایڈورڈ میکلین، جن کے نام نامی سے پنجاب کا بچہ بچہ واقف ہے اور جن کا حسن اخلاق رعایانوازی میں شہرۂ آفاق ہے، ان کا ہم دلی خیر مقدم کرتے ہیں اور ان کی خدمتِ والا میں یقین دلاتے ہیں کہ ہم بمثل سابق اپنے جوش عقیدت اور وفاداری کا ثبوت دیتے رہیں گے۔

حضور اب وطن کو تشریف لے جانے والے ہیں۔ ہم دعاگویان جنابِ باری میں دعا کرتے ہیں کہ حضور بمعہ لیڈی صاحبہ و جمیع متعلقین خیریت کے ساتھ اپنے پیارے وطن کو پہنچیں، تادیر سلامت رہیں اور وہاں جا کر ہم کو دل سے نہ اتاریں۔ ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد!

تُف ہے چوپایوں سے بدتر اس مخلوق پر! اور تُف ہے ان کی اولاد و متبعین میں سے ہر اس شخص پر جو آج تک اسی غلیظ راہ پر چل رہا ہے! اللہ ان سب غداروں کو اپنی گرفت میں لے اور اس خطے کے مسلمانوں کو اس موذی سرطان سے نجات عطا فرمائے۔ آمین!

غداروں کی پہلی قلابازی

برصغیر کی سیاست پر نگاہ رکھنے والے لوگ 1943ء سے ہی یہ بات محسوس کرنے لگے تھے کہ پاکستان کے قیام کا مطالبہ زور پکڑتا جارہا ہے اور برصغیر کے مسلمان آہستہ آہستہ مسلم لیگی قیادت کے گرد جمع ہورہے ہیں۔ حالات کا رخ بدلتا دیکھ کر چڑھتے سورج کے پجاریوں نے بھی قلابازی کھانے کا فیصلہ کیا۔ دو سو سال سے بلاناغہ انگریز کی مالا جپنے والے سیاستدانوں نے اپنے کچھ معتمد نمائندے یونینسٹ پارٹی سے نکال کر مسلم لیگ میں داخل کردیے تاکہ مستقبل کا منظر نامہ جو بھی ہو، اس میں "سیاسی خاندانوں، فوج اور بیوروکریسی کی شیطانی مثلث" کے مفادات محفوظ رہیں۔ مسلم لیگ میں شامل ہونے والا سب سے نمایاں نام لیفٹیننٹ سردار شوکت حیات خان کا تھا۔ سردار شوکت حیات کا تعلق واہ (اٹک) کے کھٹڑ خاندان سے تھا۔ اس خاندان کا شمار برصغیر میں انگریز کے وفادار ترین خاندانوں میں ہوتا تھا۔ یہ خاندان تین پشتوں سے انگریز کی خدمت میں جتا ہوا تھا۔ سردار شوکت حیات خان کے پردادا کرم حیات خان فرنگی جرنیل نکلسن کے زیر کمان لڑنے والا ایک وفادار سپاہی تھا جس نے انگریزی فوج میں اپنی قوم کے نوجوانوں کو بھرتی کروا کر انگریز کا اعتماد حاصل کیا تھا۔ کرم حیات کا بیٹا محمد حیات خان بھی باپ کے نقش قدم پر قائم رہا۔ 1857ء کے جہادِ آزادی کے دوران محمد حیات خان نے پشاور میں انگریز کے خلاف اٹھنے والی بغاوت کچلنے میں اساسی کردار ادا کیا اور بغاوت کرنے والے مجاہدین کو وحشیانہ سزائیں دیں۔ دہلی پر مجاہدین کے قبضے کے بعد جب برطانوی لشکر اپنا قبضہ بحال کرنے کیلئے دہلی پر حملہ آور ہوا تو اس لشکر میں بھی محمد حیات خان شامل تھا اور صلیبیوں کے دفاع میں لڑتے لڑتے زخمی ہوگیا۔ صحت یاب ہونے کے چند سال بعد اس بدبخت کو محمد خیل وزیر قبائل کی شورش کچلنے کی ذمہ داری سونپی گئی جو اس نے کامیابی سے پوری کی۔ انہی خدمات کے صلے میں اسے خان بہادر کا لقب، اسسٹنٹ کمشنر کا عہدہ، مستقل پنشن، مراعات اور جاگیریں عطا کی گئیں۔ محمد حیات

خان کے ایک بیٹے سردار لیاقت حیات خان کو 1857ء میں مجاہدین کی جاسوسی کرتے ہوئے نمایاں خدمات انجام دینے کے صلے میں "شاہی پولیس تمغہ"، "خان بہادر" اور "کے بی اے" کے خطابات سمیت کئی انعامات سے نوازا گیا۔ نیز اسے بطور جاگیر بہت بڑی زمین بھی دی گئی۔ محمد حیات خان کے ایک پوتے (اور شوکت حیات خان کے چچازاد بھائی) کیپٹن مسعود حیات خان نے 1902ء میں خیبر ایجنسی میں فوجی آپریشنوں میں شرکت کی اور پہلی جنگ عظیم میں عراق کے محاذ پر خلافت عثمانیہ کی اسلامی افواج کے خلاف لڑا۔ محمد حیات خان کے بیٹوں میں سب سے نمایاں مقام شوکت حیات کے باپ **سردار سکندر حیات خان** نے پایا۔ اس بدبخت نے یونیورسٹی کالج لندن سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد شاہی ہندی فوج میں بطور افسر شمولیت اختیار کی۔ فرنگی اس شخص پر ایسا اندھا اعتماد کرتے تھے گویا وہ انہی میں سے ہو، اسی لئے تیسری افغان جنگ میں اسے انگریز سپاہیوں اور افسروں کی قیادت تھما کر افغانی مسلمانوں کے خلاف لڑنے کیلئے بھیجا گیا۔ اس نے فوج میں میجر کا عہدہ پایا جو اس دور میں کم ہی کسی ہندوستانی کے حصے میں آتا تھا۔ نیز اسے مختلف سول اور ملٹری اعزازات، بھاری رقوم اور بڑی بڑی جاگیروں سے بھی نوازا گیا۔ قیام پاکستان سے قبل سردار سکندر حیات پنجاب کا گورنر، یونینسٹ پارٹی کا سربراہ اور پنجاب کا پہلا منتخب وزیر اعظم بھی رہا۔ اس غدار ابنِ غدار کا غدار بیٹا لیفٹیننٹ سردار شوکت حیات خان حالات کو بدلتا دیکھ کر 1943ء میں مسلم لیگ میں شامل ہو گیا تاکہ اگر مسلم لیگ کامیاب ہو جائے تو نہ صرف اس خاندان کے مفادات محفوظ رہیں بلکہ سیاسی خاندانوں، فوج اور بیوروکریسی پر مشتمل شیطانی مثلث پر بھی آنچ نہ آنے پائے۔

منزل انہیں ملی جو شریکِ سفر نہ تھے

1946ء کے انتخابات کے نتائج نے ثابت کر دیا کہ مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کرنے والوں کا فیصلہ درست تھا۔ مسلم لیگ نے یونینسٹ پارٹی کو بری طرح شکست دی اور یہ بات واضح ہو گئی کہ پاکستان بننے کا مرحلہ اب زیادہ دور نہیں۔ بظاہر تو یہ ایک انقلابی فتح تھی، لیکن حقیقت میں کچھ بھی نہیں بدلا تھا، جیتنے اور ہارنے والے سبھی ایک ہی شیطانی مثلث کا حصہ تھے۔ دونوں پارٹیوں میں سے جو بھی کامیاب ہوتی، فتح اس مثلث کو ہی ہونی تھی۔ عوامی جماعت ہونے کی دعویدار مسلم لیگ جب فتح یاب ہوئی تو کھٹڑ، ٹوانے،

دولتانے، نون، گیلانی، چھٹے، گردیزی، ہوتی، لغاری الغرض ملک کے تمام ہی اہم جاگیر دار اور انگریز نواز خاندانوں کے نمائندے مسلم لیگ کی قیادت میں شامل نظر آئے۔

پھر قیام پاکستان کے بعد یہی غدار ملک کے حاکم بنے۔ سردار شوکت حیات قیام پاکستان کے بعد وزیر مال کے عہدے پر فائز رہا۔ انگریز کا معتمد خاص، سرکار کی طرف سے 'سر' کے خطاب کا حامل، برطانوی دور میں وزیر تعلیم اور وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کا رکن رہنے والا فیروز خان نون مسلم لیگ میں شامل ہو کر پہلے پنجاب کی وزارت اعلیٰ اور مشرقی بنگال کی گورنری پر فائز رہا اور بعد میں ملک کا وزیر اعظم بھی بن گیا۔ شاہ جیونہ کا گدی نشین سید مبارک شاہ، جس کے خاندان کی زمینیں پہلے سکھوں اور پھر انگریزوں سے وفاداری کا صلہ تھیں، اور جو 1946ء تک 'زمیندارہ پارٹی' کا اہم رکن تھا، 1946ء کے انتخابات سے عین قبل مسلم لیگ میں شامل ہو گیا اور انتخابات میں کامیاب ہو کر مسلم لیگ کے اہم قائدین میں شمار ہونے لگا۔ پنڈ دادن خان میں انگریز کے بل پر بڑی بڑی جاگیریں اور سیاسی اثر ورسوخ حاصل کرنے والا فتح خان کھوکھر کا خاندان بھی پیچھے نہ رہا اور انگریز کے وفادار غلام، شیر دل خان کھوکھر کا پوتا راجہ غضنفر علی خان مسلم لیگ میں شامل ہو کر انتخابات جیت گیا۔ چٹھہ برادری کی تاریخ کو بٹہ لگانے والے انگریز کے وفادار غلام "خان بہادر" چوہدری کرم الٰہی خان کا بیٹا اور پوتا، دونوں ہی مسلم لیگ میں شامل ہو کر انتخابات میں کامیاب ہوئے۔ چوہدری صلاح الدین چٹھہ گوجرانوالہ اور محمد امین چٹھہ شیخوپورہ سے جیتا۔ اول الذکر قیام پاکستان کے بعد اقوام متحدہ میں پاکستان کا نمائندہ، مسلم لیگ کا جنرل سیکریٹری اور قومی اسمبلی کا رکن رہا جبکہ موخر الذکر شخص بھی قومی اسمبلی کا رکن رہا۔ یونینسٹ پارٹی کے اہم رہنما اور علاقہ لڈہن کے جاگیر دار احمد یار خان دولتانہ کا بیٹا میاں ممتاز دولتانہ بھی مسلم لیگ میں شامل ہو کر مختلف وزارتوں سے لطف اندوز ہونے کے بعد وزیر اعلیٰ پنجاب کے عہدے پر فائز رہا۔ ربوہ کے قادیانی بھی اسی فہرست میں شامل تھے۔ ملعون مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی کذاب کے دادا کے بھائی غلام محی الدین کو ربوہ کی زمین پہلے سکھوں نے اور پھر انگریزوں نے اس کی مسلم دشمنی اور کفر دوستی کے صلے میں دی تھی۔ یہ اسلام دشمن قادیانی ٹولہ قیام پاکستان کے بعد کمزور پڑنے کے بجائے مزید مضبوط ہو گیا اور اس کے ایک نمایاں رہنما 'سر' ظفر اللہ خان کو

مسلم لیگ نے ملک کا پہلا وزیر خارجہ بنادیا۔ نیز اس ٹولے نے فوج اور بیوروکریسی میں بھی اپنی جڑیں بہت مضبوط کرلیں۔

موجودہ قائد حزب اختلاف اور نواز شریف کے قریبی ساتھی چوہدری نثار علی خان کا خاندان بھی غداروں کی اسی شرمناک فہرست میں شامل تھا۔ فتح جنگ (راولپنڈی) سے تعلق رکھنے والے الیپال کے راجوں کا یہ خاندان بھی انگریز کے قدموں میں بیٹھ کر جاگیریں حاصل کرتا رہا تھا۔ چوہدری نثار علی کے پر دادا چوہدری شیر خان نے 1857ء کے جہاد کے دوران مجاہدین کی مخبری کرنے کے علاوہ مری کے علاقے سے اٹھنے والی بغاوت کو کچلنے کیلئے ایک لشکر بھی ترتیب دیا۔ چوہدری نثار کے دادا صوبیدار میجر چوہدری سلطان خان کو قبائلی علاقہ جات میں مجاہدین کے خلاف لڑنے کے صلے میں "وزیرستان فورس تمغہ" دیا گیا۔ لیکن قیام پاکستان کے بعد یہی خاندان اقتدار کے ایوانوں میں سب سے آگے آگے اور معزز و مکرم نظر آیا۔ سرگودھا کے ٹوانے جو انگریز سے وفاداری میں اپنی مثال آپ تھے اور قیام پاکستان تک یونینسٹ پارٹی سے علیحدہ نہیں ہوئے تھے، ان کا سیاسی اثر و رسوخ بھی قیام پاکستان کے بعد جوں کا توں برقرار رہا۔ اس خاندان کی کم از کم پانچ پشتیں پہلے سکھوں اور پھر انگریزوں کی وفادار غلام بن کر رہیں۔ 1849ء میں ملتان کی بغاوت دبانے اور 1857ء میں جہادِ آزادی کو کچلنے میں اس قوم کے بدبخت سرداروں نے انگریز کا بھرپور ساتھ دیا۔ صرف پہلی جنگ عظیم کے دوران انہوں نے انگریزی فوج کو تین سو گھڑ سوار اور چھ ہزار پیادہ سپاہی فراہم کئے۔ اس خاندان میں انگریزوں کا سب سے وفادار خادم عمر حیات خان ثابت ہوا۔ اس ضمیر فروش شخص کو مسلمانوں سے پے درپے غداریوں کے صلے میں فوج میں میجر جرنل کا عہدہ دیا گیا، 'سر' اور 'نواب' کے لقب سے نوازا گیا، 'کے سی آئی ای'، 'اووی او' اور 'اوبی ای' جیسے اعلیٰ فوجی اور سول اعزازات دیے گئے، سیکریٹری آف اسٹیٹ بنا کر انگلستان بھیجا گیا اور فری میسن یہودی تنظیم کا رکن بنالیا گیا۔ اس کے بیٹے میجر خضر حیات ٹوانہ پر بھی انعام و اکرام کی یہ بارش جاری رہی۔ خضر حیات قیام پاکستان سے قبل پنجاب کا آخری گورنر تھا اور عوام اس کے مظالم کے سبب اس سے سخت نفرت کرتے تھے۔ لیکن پاکستان بننے کے بعد اس کے مختلف رشتہ دار ہر الیکشن میں اسمبلیوں تک پہنچتے اور مختلف سرکاری عہدے سنبھالتے نظر آئے۔ یہ محض چند مثالیں ہیں، ورنہ لغاری، مخدوم، قریشی، مزاری، زرداری، بھٹو، گیلانی غرض سبھی

جاگیر دار خاندانوں کے انگریز نواز رہنماؤں کا سیاسی اثر ورسوخ پاکستان بننے سے کم ہونے کے بجائے مزید بڑھ گیا۔ اقتدار باری باری ان سب کے درمیان گردش کرتا رہا اور سادہ لوح عوام 1947ء میں اپنے تئیں جو انقلاب لانے چلے تھے وہ نہایت عیاری سے اغواء کر لیا گیا۔

غداروں کی دوسری قلابازی

قیام پاکستان کے ابتدائی عرصے میں مسلم لیگ ہی مسلمانان پاکستان کی سب سے بڑی نمائندہ جماعت سمجھی جاتی تھی اور قیام پاکستان کا سہرا بھی اسی کے سر باندھا جاتا تھا۔ لیکن جوں جوں وقت گزرتا گیا، عوام اس جماعت کی حقیقت کچھ کچھ پہچاننے لگے۔ اسلام کا نام استعمال کر کے اسلام سے منہ پھیرنے والے اور عوام سے ووٹ بٹور کر جاگیر داروں کے مفادات کا تحفظ کرنے والی اس سیکولر جماعت سے عوامی بیزاری رفتہ رفتہ بڑھتی گئی۔ سیاسی خاندانوں، فوج اور بیوروکریسی پر مشتمل شیطانی مثلث نے خطرے کو بھانپتے ہوئے ایک بار پھر چہروں کی تبدیلی کا جمہوری کھیل کھیلنے کا فیصلہ کیا تاکہ عوام کو یہ باور کرایا جاسکے کہ ”اگر مسلم لیگ ناکام ہوگئی ہے تو کیا ہوا؟ تم پریشان ہو کر کسی بغاوت کی راہ پر مت جاؤ، نہ ہی اس جمہوری نظام سے امیدیں توڑو۔۔۔ مسلم لیگ کی جگہ کوئی نئی سیاسی جماعت سامنے آکر عوامی امنگوں کو پورا کر دے گی“۔

چنانچہ اپریل 1956ء میں اسٹیبلشمنٹ نے محلاتی سازشوں کے ذریعے راتوں رات ری پبلکن پارٹی کے نام سے ایک نئی جماعت میدان میں اتاری جو چند دنوں میں ملک کی سب سے بڑی سیاسی جماعت بن گئی اور یوں عوام ایک نئے سراب کے پیچھے دوڑنے لگے۔ عوام بیچارے یہی سمجھے کہ مسلم لیگ کا عہد حکومت ختم ہو گیا ہے اور ایک نئی اور بے داغ شہرت کی حامل سیاسی جماعت سب ظلم ختم کرنے، سب وعدے وفا کرنے اور سب کچھ بدل دینے کیلئے میدان میں آئی ہے۔ لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس تھی۔ ری پبلکن پارٹی کا صرف نام ہی مختلف تھا، ورنہ حقیقت میں یہ انہی غداروں پر مشتمل ایک نیا مرکب تھا جو پہلے یونینسٹ پارٹی سے نکل کر مسلم لیگ میں شامل ہوئے تھے اور اب مسلم لیگ سے ری پبلکن میں منتقل ہو گئے تھے۔

ری پبلکن پارٹی کی بنیاد گورنر پنجاب میاں مشتاق گورمانی نے ڈاکٹر خان (خان عبد الجبار خان) کے ساتھ مل کر رکھی۔ پارٹی میں شامل ہونے والے جاگیر دار طبقے میں سر فہرست تو مشتاق گورمانی خود تھا۔ گورمانی خاندان بھی کئی نسلوں سے انگریز کی خدمت کے سبب معروف تھا اور مظفر گڑھ کے بڑے جاگیر دار خاندانوں میں شمار ہوتا تھا۔ مشتاق گورمانی مسلم لیگ حکومت میں وزیر داخلہ کے عہدے پر فائز رہ چکا تھا لیکن جب ہوا کا رخ بدلا تو اس نے ری پبلکن پارٹی میں شامل ہوتے دیر نہ لگائی۔ اسی طرح اٹک کی اعوان برادری سے تعلق رکھنے والے 'خان بہادر' ملک محمد امین کا بیٹا ملک محمد اکرم، مسلم لیگ کی طرف سے وزیر اعلیٰ پنجاب رہنے والا نواب افتخار ممدوٹ، مسلم لیگی عہد حکومت میں تعلیم اور مواصلات کی وزارتیں سنبھالنے والا کرنل عابد حسین (یعنی جھنگ سے تعلق رکھنے والی معروف شیعہ سیاست دان عابدہ حسین کا باپ اور سابق وزیر داخلہ فیصل صالح حیات کے دادا کا کزن)، بہاولپور کے نواب، ملتان کے گیلانی۔۔۔ غرض بیشتر معروف سیاسی خاندان مسلم لیگ چھوڑ کر ری پبلکن پارٹی میں آ گئے۔ فیروز خان نون بھی مسلم لیگ کی چوٹی کی قیادت میں شامل رہنے کے بعد ری. پبلکن پارٹی میں شامل ہوا اور 1957ء میں اسی پارٹی کی حمایت سے ملک کا وزیر اعظم بنا۔ ری پبلکن پارٹی میں شامل ہونے والوں میں لاہور کے ایک بااثر شیعہ سیاسی خاندان سے تعلق رکھنے والا 'نواب' مظفر قزلباش بھی قابل ذکر ہے۔ مظفر قزلباش یونینسٹ پارٹی کے مرکزی رہنماؤں میں شمار ہوتا تھا اور اس نے آخری دم تک یونینسٹ پارٹی سے وفاداری نبھائی تھی، یہاں تک کہ 1942ء کے انتخابات میں بھی یونینسٹ پارٹی میں علیحدہ نہیں ہوا تھا۔ قیام پاکستان سے قبل آخری ایام میں اہل لاہور ہر روز اس کے گھر کے سامنے اکٹھے ہو کر یونینسٹ پارٹی کے گورنر خضر حیات کے استعفے کا مطالبہ کرتے تھے اور نواب مظفر کے خلاف بھی نعرے بازی کرتے تھے۔ یہ قابل نفرت شخص بھی پاکستان بننے کے ساتھ ہی پہلے مسلم لیگ میں شامل ہوا اور مسلم لیگی عہد میں بیک وقت دو وزارتوں پر فائز رہنے کے بعد پوری ڈھٹائی کے ساتھ ری پبلکن پارٹی میں چلا آیا۔ یوں حکمران طبقے کی شیطانی مثلث اور غداروں کی بالادستی کو برقرار رکھتے ہوئے ایک 'کنٹرولڈ انقلاب' لایا گیا جس سے عوام اگلے کچھ عرصے کیلئے ٹھنڈے ہو گئے اور اسی پر خوش ہوتے رہے کہ انہوں نے مسلم لیگ کو اقتدار سے باہر کر دیا ہے۔

غداروں کی تیسری قلابازی

ظاہر ہے کہ سطحی تبدیلی آجانے کے باوجود چونکہ حقیقت میں کچھ بھی نہیں بدلا تھا اسلئے بدعنوانی، لوٹ مار، دھوکے، فریب، مفاد پرستی اور دین دشمنی پر مبنی سیاسی فضاجوں کی توں برقرار رہی۔ کچھ عرصے میں عوام کو اندازہ ہونے لگا کہ ری پبلکن پارٹی بھی اس خطے کے مسلمانوں کی نہیں، بلکہ اسی غدار طبقے کی نمائندہ ہے جو پہلے مسلم لیگ میں اکٹھا تھا۔ اس بار عوام اس بات سے ہوشیار تھے کہ اگر کوئی مزید سیاسی پارٹی بنا کر انہیں دھوکہ دینے کی کوشش کی گئی تو وہ ایسا نہیں ہونے دیں گے، اسلئے سیاسی خاندانوں، فوج اور بیوروکریسی پر مشتمل شیطانی مثلث نے ایک نیا پتہ کھیلنے کا فیصلہ کیا۔ 1958ء میں سکندر مرزا نے ملک میں مارشل لاء لگا کر ایوب خان کو چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بنادیا۔ چند دن بعد ایوب خان نے سکندر مرزا کو حکومت سے باہر اٹھا پھینکا اور صدارت پر خود قابض ہو گیا۔ گویا اس بار سیاستدانوں کے بجائے فوج نے آگے بڑھ کر اس ابلیسی نظام کی بقاء کی خاطر ایک ظاہری انقلاب برپا کیا۔ ایوب نے سیاستدانوں کے سخت احتساب کا وعدہ کیا، ملک کی تباہی کا سارا الزام سیاستدانوں پر دھرا اور یوں عوام کو مطمئن کر دیا کہ وہ انہی کے دل کی آواز بن کر اٹھا ہے۔ 1960ء میں صدارتی ریفرنڈم کروایا گیا جس میں ایک ہی امیدوار تھا، یعنی ایوب خان۔ عوام کو درج ذیل سوال کا جواب ہاں یا نہ میں دینے کی اجازت دی گئی:

"کیا آپ کو صدر پاکستان، فیلڈ مارشل محمد ایوب خان پر اعتماد ہے؟"

ظاہر ہے جب سوال اپنی مرضی کا تھا تو جواب بھی اپنی مرضی ہی کا آنا تھا۔ حکومت کے بقول ملک کے 98 فیصد ووٹروں نے ایوب کے حق میں ووٹ دیا اور یوں اس کی صدارت پکی ہو گئی۔ ایوب خان نے صدارت سنبھالنے کے بعد ایک طرف بدعنوان سیاستدانوں کو نااہل قرار دینے کیلئے ایبڈو ٹریبونل قائم کیا اور دوسری طرف زرعی اصلاحات کا اعلان کر کے عوام کو یقین دلایا کہ جلد ہی جاگیرداروں سے زمینیں ضبط کر کے ان کے تسلط کا خاتمہ کر دیا جائیگا۔ لیکن نااہل قرار دینے کے معاملے میں یہ چور دروازہ خود ہی چھوڑ دیا گیا کہ جو سیاستدان چھ سال کیلئے رضاکارانہ طور پر سیاست سے کنارہ کش ہو جائے تو اس سے یہ احتساب نہیں ہو گا۔ نیز زرعی اصلاحات میں بھی یہ چور دروازہ سلیقے سے چھوڑ دیا گیا کہ زمینداروں کے گھوڑے پالنے کے فارم،

مویشی فارم، باغات اور شکار گاہیں ان اصلاحات سے مستثنیٰ قرار دے دی گئیں۔ اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ ایوب کا مقصد کسی طور بھی یہ نہ تھا کہ وہ اس فرنگی نظام کی اصلاح کرے اور ملکی سیاست پر سے ان غداروں کی گرفت توڑے۔ اسے تو صرف اس سے غرض تھی کہ میدان سیاست میں اس کا کوئی حریف باقی نہ بچے اور میدان اس کیلئے خالی ہو جائے۔ ایوب سے کسی خیر کی توقع ہو بھی کیسے سکتی تھی جبکہ وہ خود اس ضمیر فروش طبقے سے تعلق رکھتا تھا جو فرنگی کا انتہائی مقرب تھا۔ اسے تو انگریزوں نے برطانیہ میں واقع فوجی اکیڈمی 'سینڈ ہرسٹ' میں تربیت دی تھی جو وہ کم ہی کسی ہندوستانی کو دیا کرتے تھے۔ پھر یہ بدبخت جنگ عظیم دوم میں برطانوی سلطنت کے دفاع کیلئے لڑ چکا تھا اور وزیرستان میں بھی بطور بریگیڈیئر مجاہدین کے خلاف کارروائیاں کر تا رہا تھا۔ پس انگریز کے اس وفادار غلام سے کوئی خوش فہمی وابستہ کرنا بالکل عبث تھا۔

ایوب نے اپنے ضمیر فروش سیاستدان بھائیوں کیلئے جو چور دروازے کھلے چھوڑے، ان سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بہت سے سیاستدانوں نے چند سال کیلئے سیاست سے رضاکارانہ علیحدگی اختیار کرلی اور یوں ایبڈو قانون کی پکڑ میں آنے سے صاف بچ نکلے۔ بعض دوسروں نے قانون کا سامنا کرنے کا فیصلہ کیا تو کم ہی کوئی ایسا شخص نکلا جس کا دامن بدعنوانی سے پاک ہو، اس لئے کئی 'بڑے' نام سیاست کیلئے نااہل قرار دیے گئے جن میں دس سابق وزرائے اعلیٰ سمیت کئی معروف سیاستدان شامل تھے مثلاً میاں ممتاز دولتانہ، نواب مظفر قزلباش، نواب افتخار حسین ممدوٹ، ایوب کھوڑو، مقصود لغاری، کرنل عابد حسین، مشتاق گورمانی، سید علی گردیزی، محمد حسین چٹھہ اور سید علمدار حسین گیلانی۔

دوسری جانب زرعی اصلاحات سے بچنے کیلئے کئی سیاستدانوں نے اپنی وسیع اراضی کو باغات یا شکار گاہوں یا مویشی فارموں کے نام پر رجسٹر کروالیا تھا۔ لیکن پھر بھی بعض سیاستدان جنہیں ان چور دروازوں کا بروقت علم نہ ہوسکا یا جو یہ توقع نہیں رکھتے تھے کہ حکمران ان اصلاحات کو عملاً بھی نافذ کرنے کی جرأت کر سکتا ہے، وہ ان کی لپیٹ میں آ گئے اور ان سے وسیع و عریض اراضی ضبط کرلی گئیں۔ وقتی طور پر یہی محسوس ہوا کہ شاید پہلی بار جاگیرداروں کی جڑیں حقیقتاً کٹنے لگی ہیں لیکن یہ محض ایک خام خیالی ثابت ہوئی۔ ایوب خان نے 1965ء میں صدارتی انتخابات کروانے کا اعلان کیا اور کنونشن مسلم لیگ کے نام سے ایک نئی جماعت تشکیل دی۔ اپنی سیاسی مہم کو کامیاب بنانے کیلئے اس فوجی جرنیل کو سیاستدانوں کی حمایت کی ضرورت تھی،

چنانچہ اس نے اپنے دروازہ ان سب سیاستدانوں کیلئے کھول دیئے جن کے احتساب کے نام پر وہ برسر اقتدار آیا تھا۔ یہی نہیں بلکہ سیاستدانوں کی وفاداریاں خریدنے کیلئے ان میں سے بعض کو تو ان کی ضبط شدہ زمینیں واپس کر دی گئیں اور بعض سے وہ زمینیں قیمتاً خریدلی گئیں۔ پھر یہ خریدی ہوئی زمینیں بھی مزید وفاداریاں خریدنے کیلئے استعمال کی گئیں، البتہ اس بار عنایات کا یہ سلسلہ صرف سیاستدانوں تک محدود نہیں رہا بلکہ بیوروکریٹوں، فوجی افسروں اور ججوں کو بھی بڑی بڑی زمینیں دے کر ساتھ ملایا گیا۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق کل پچاس ہزار (50,000) ایکڑ قیمتی زمین ان مکروہ مقاصد کی خاطر تقسیم کی گئی۔ نیز کل دو لاکھ (200,000) ایکڑ بیش قیمت زمین مختلف سیاستدانوں کو بلا کر پٹے پر دی گئی۔

کنونشن مسلم لیگ میں شامل ہونے والے نمایاں جاگیرداروں میں نواب محمود خان لغاری، سردار بہادر خان دریشک، سابق وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی کا باپ مخدوم سجاد حسین قریشی، میجر عاشق حسین قریشی، یوسف رضا گیلانی کا چچا مخدوم حامد رضا گیلانی، نواب مظفر قزلباش کا بھائی میجر ذوالفقار علی قزلباش اور نوابزادہ چوہدری اصغر علی خان شامل تھے۔ چوہدری اصغر کا تعلق گجرات کے نوابزادہ خاندان سے تھا۔ یہ خاندان بھی غداروں کی اس طویل فہرست میں پیش پیش تھا جو ۲۰۰ سال تک برطانوی قبضے کو مستحکم کرنے میں مصروف رہے۔ چوہدری اصغر کے چچا چوہدری محمد خان نے جنگ عظیم کے دوران ایک ہزار نوجوانوں کو شاہی ہندی فوج میں بھرتی کروایا تھا جس کے صلے میں اسے خان بہادر کا خطاب، خلعت اور خصوصی تمغہ دیا گیا تھا۔ چوہدری اصغر کے باپ چوہدری فضل علی نے بھی جنگ عظیم کے دوران ۱۵۰۰ نوجوان بھرتی کروائے تھے اور دو ہزار روپے برطانوی فوج کو بطور قرض دیئے تھے۔ نیز اس سے قبل اس نے انگریزوں کو چترال پر حملے کے دوران باربرداری کے جانور فراہم کئے تھے۔ تبھی انگریزوں نے اسے خان بہادر کا خطاب، بڑی بڑی جاگیریں اور بیوروکریسی میں نمایاں عہدے بھی دیئے۔ نیز یہ شخص فرنگی فوج کے گھوڑے بھی پالتا تھا جس کیلئے فرنگی نے اسے ساڑھے دس مربع زمین عطا کی تھی۔

کچھ ایسی ہی شرمناک کہانی بہاولپور کے نوابوں کے خاندان کی بھی تھی۔ بہاولپور کئی سو سال سے ایک آزاد مسلم ریاست کے طور پر موجود تھی اور اس کی تاریخ میں کئی روشن کردار بھی گزرے ہیں۔ لیکن انگریز کے زمانے میں اس خاندان کے امراء نے ایسی پست حرکتیں کیں کہ مسلمانان برصغیر کا سر شرم سے جھک گیا۔

1840ء کی دہائی میں نواب بہاول خان سوم انگریز کی قیادت تلے سکھوں کے خلاف لڑتا رہا۔ نواب کا پوتا نواب صادق خان چہارم اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھا اور افغانستان پر برطانیہ کے دوسرے حملے میں ۲۰ ہزار سے زائد اونٹ، سینکڑوں خچر اور بیل انگریز سپاہ کی نقل و حرکت کیلئے وقف کر دیئے۔ نیز ۵۰۰ سپاہیوں کا ایک خصوصی دستہ بھی انگریز کی مدد کیلئے ہمراہ گیا۔ اس کے علاوہ جنگ عظیم اول کے دوران سوڈان اور مصر کے محاذوں پر بھی اس نے اپنی استطاعت سے بڑھ کر برطانوی افواج کی مدد کی۔ اس کے صلے میں نواب کو Grand Cross of the Star of India کا اعزاز دیا گیا۔ اسی غدار کا پڑپوتا نواب عباس خان عباسی بھی ایوب دور میں الیکشن جیتنے والوں میں شامل تھا۔

غداروں پر مشتمل اس کنونشن مسلم لیگ نے الیکشن لڑا اور ایوب خان فاطمہ جناح کو شکست دے کر ایک بار پھر صدر منتخب ہو گیا۔ ساتھ ہی وہ سب جاگیر دار سیاستدان بھی پہلے سے زیادہ قوت کے ساتھ اقتدار میں واپس آگئے جن کے احتساب کا وعدہ کر کے ایوب خان نے عوام کا اعتماد جیتا تھا۔

غداروں کی چوتھی قلابازی

60ء کی دہائی کے آخر تک ایوب کی مقبولیت دن بدن گرتی جارہی تھی اور عوام ایک بار پھر سڑکوں پر آچکے تھے۔ ایک اور سیاسی بحران کو سامنے کھڑا دیکھ کر سیاسی خلاء پر کرنے کیلئے نوجوان ذوالفقار علی بھٹو آگے بڑھا اور نہ صرف فوجی اقتدار کے خاتمے پر زور دیا بلکہ جاگیر داروں اور وڈیروں کے احتساب کا مطالبہ اور عوام کیلئے "روٹی، کپڑا اور مکان" کا نعرہ بھی بلند کیا۔ بھٹو کی مسحور کن تقریروں اور پر کشش نعروں کے پیچھے اکٹھے ہونے والے عوام یہ بنیادی سی بات سمجھنے سے قاصر رہے کہ جاگیر داروں کے احتساب کی بات کرنے والا یہ بدکردار شخص خود بھی سندھ کے ایک معروف جاگیر دار خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ بھٹو کا باپ شاہنواز بھٹو قبل از قیام پاکستان سندھ کی وغیرہ جماعت "یونائیٹڈ پارٹی" کا ایک سرکردہ رہنما اور انگریز کا نہایت معتمد ساتھی تھا۔ انگریز نے اسے کافی عرصے تک جونا گڑھ ریاست کا وزیر اعظم اور سندھ کا گورنر بنائے رکھا تھا۔ لاڑکانہ میں وسیع جاگیریں عطا کی تھیں اور 'او بی ای' اور 'خان بہادر' کے خطابات دینے کے

بعد سب سے بڑے خطاب 'سر' سے بھی نواز دیا تھا۔ بھلا ایسے غدار کا بیٹا کیسے غداروں کا احتساب کر سکتا تھا؟
لیکن۔۔۔

سادگی اپنوں کی دیکھ، اوروں کی عیاری بھی دیکھ

۔۔۔کے مصداق سادہ لوح عوام، جو اب فوجی حکمرانوں اور اس کے گرد اکٹھے سیاسی چہروں سے تنگ آچکے تھے اور تبدیلی کے خواہاں تھے، نوجوان بھٹو کے پیچھے چل پڑے۔ بڑھتے ہوئے دباؤ کے تحت 69ء میں ایوب نے اقتدار جنرل یحییٰ خان قزلباش کے حوالے کر دیا۔ یحییٰ خان بھی یہ بھانپ چکا تھا کہ عوام اب کسی خالص فوجی کی حکومت برداشت نہیں کریں گے، اس لئے اس نے صدارت اپنے ہاتھ میں رکھتے ہوئے 1970ء میں پارلیمانی انتخابات کروائے۔ اس کا ارادہ یہ تھا کہ وہ بحیثیت صدر اور آرمی چیف برقرار رہے اور منتخب سیاسی قائدین اس کے تحت نظام چلائیں۔ انتخابات میں پیپلز پارٹی کو مغربی پاکستان میں بڑی واضح کامیابی ملی۔ عوام نے ایک بار پھر اپنے تئیں ایک انقلاب برپا کر دیا، ایک فوجی کو ہٹا کر ایک جمہوری عوامی نمائندے کو کامیاب کروادیا، لیکن سیاسی شور شرابے اور نعرہ بازی میں یہ حقیقت دب گئی کہ پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر منتخب ہونے والے لوگ بھی دراصل غدار جاگیر دار طبقے سے ہی تعلق رکھتے تھے۔ پی پی کی طرف سے کامیاب ہونے والے جاگیر داروں میں دریا خان کھوسہ، غلام مصطفی جتوئی، آصف زرداری کا باپ حاکم علی زرداری، آفتاب خان شیر پاؤ کا بھائی حیات خان شیر پاؤ (جن کا باپ سرحد کا ایک معروف جاگیر دار تھا اور انگریز سے وفاداری کے صلے میں 'خان بہادر' کا لقب بھی پا چکا تھا، یعنی خان بہادر غلام حیدر خان شیر پاؤ)، ممتاز علی بھٹو، سندھ کے ایک معروف انگریز نواز خاندان کا نمائندے میر اعجاز علی تالپور، ملک انور علی نون، مخدوم زمان طالب المولیٰ، پیر غلام شاہ جیلانی، نواب صادق حسین قریشی، سید عباس گردیزی، حامد رضا گیلانی، غلام مصطفی کھر اور سید ناصر علی شاہ رضوی وغیرہ شامل تھے۔

رہ گئی بات بھٹو کی اعلان کردہ زرعی اصلاحات کی تو وہ بھی محض عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کیلئے رچایا گیا ایک ڈرامہ تھا۔ تمام میسر اعداد و شمار کے مطابق عملاً بھٹو اور ایوب دور میں صرف اتنی زرعی اصلاحات ہوئیں کہ جاگیر داروں سے تھوڑی تھوڑی زمین قیمتاً خرید کر دوبارہ تقسیم کر دی گئی۔ وفاقی زرعی

کمیشن کی طرف سے خریدی گئی اس زمین کا کل رقبہ 1998ء کے اعداد و شمار کے مطابق صرف ۹۳۵‘۸۷، ۹’ ایکڑ بنتا ہے جو کہ ملک کی کل زیر کاشت زمین کا صرف تین فیصد بنتا ہے۔ اس تین فیصد میں سے بھی صرف ایک تہائی زمینیں غریب کسانوں میں تقسیم کی گئیں جبکہ باقی دو تہائی زمین سیاسی وفاداریاں خریدنے کیلئے استعمال کی جاتی رہی۔

انتخابات کے محض ایک سال بعد ہی سقوط ڈھاکہ کا سانحہ پیش آگیا۔ 71ء کی اس شرمناک شکست کے بعد پاکستانی فوج شدید عوامی نفرت و تنقید کا نشانہ بنی۔ جس طرح سیاستدانوں کی مشکل گھڑی میں ایوب نے آگے بڑھ کر نظام کو سنبھالا دیا تھا، اسی طرح فوج کی مشکل گھڑی میں نظام سنبھالنے کی ذمہ داری سیاستدانوں پر ڈال دی گئی۔ یحییٰ خان نے تمام تر اختیارات بھٹو کو منتقل کر دیئے اور یوں فوج کی طرف متوجہ عوامی غصہ قدرے ٹھنڈا ہو گیا۔ یہ آنکھ مچولی کا کھیل پاکستان کی تاریخ کا ایک مستقل اسلوب ہے جو آج تک دہرایا جا رہا ہے۔ جب بھی عوام فوج سے تنگ آتے ہیں تو جمہوری حکومت اور جب جمہوری حکومت سے تنگ آتے ہیں تو فوج کو آگے لا کر نظام کو سنبھال دیا جاتا ہے۔ اگر دونوں ہی پر سے عوام کا اعتماد اٹھ جائے تو پھر بیوروکریسی میں سے کسی شخص کو آگے بڑھا دیا جاتا ہے یا پھر عدلیہ یکایک فعال ہو جاتی ہے۔ نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ عوام کی اس نظام سے وابستہ امیدیں ٹوٹنے نہیں پاتیں اور وہ اسی کے گرد طواف کرتے رہتے ہیں۔

عوام کو سالہاسال مسحور رکھنے والا بھٹو جب 77ء کے انتخابات میں شریک ہوا تو اس کی پارٹی میں وہ جاگیر دار بھی شامل ہو گئے جو گذشتہ انتخابات میں شمولیت سے پیچھے رہ گئے تھے۔ جاگیر داروں کا احتساب تو دور کی بات، الٹا بھٹو ان کی اراضی اور اثر و رسوخ میں اضافے کا باعث بنا۔ بھٹو نے بھی وفاداریاں خریدنے کیلئے اسلام آباد کے بہترین علاقوں کے پلاٹ سیاستدانوں اور بیوروکریٹوں کو بطور رشوت دیئے۔ اسی طرح لاہور میں گارڈن ٹاؤن، گلبرگ، مسلم ٹاؤن جیسے مہنگے علاقوں کی زمینیں بھی اسی مقصد سے تقسیم کی گئیں۔ اس بار کے انتخابات میں میاں ممتاز دولتانہ، بلخ شیر مزاری، ارباب جہانگیر خان (سرحد کے ایک اور انگریز نواز خاندان کا سپوت اور 'نواب' ارباب شیر علی خان کا بیٹا)، تاج محمد جمالی، فاروق لغاری، سردار شوکت حیات، ریاض دولتانہ، سلطان باہو کی گدی کا متولی صاحبزادہ نذیر سلطان، غلام حیدر بھروانہ اور شاہ جیونہ

کے ذوالفقار بخاری جیسے وڈیرہ بھی حزب اختلاف کی جماعتوں کو چھوڑ کر پیپلز پارٹی میں شامل ہو گئے۔ اٹک سے تعلق رکھنے والا پیر آف مکھڈ بھی اس بار بھٹو کے جھنڈے تلے کھڑا پایا گیا۔ اس خاندان کے بڑے بھی انگریز کے زیر سایہ پروان چڑھے تھے۔ افغانستان پر انگریزی حملوں سے لے کر 1857ء کے جہادِ آزادی تک، ہر موقع پر مکھڈ کے پیروں نے انگریزوں کی مدد کی تھی۔ 1857ء میں ان بد بختوں نے انگریز کی ضلعی انتظامیہ کو گھڑ سواروں اور پیدل سپاہیوں کے دستے فراہم کئے تھے۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران پیر غلام عباسی نے اپنے 'روحانی' اثر و رسوخ کو استعمال کرتے ہوئے 4000 نوجوانوں کو خلافت عثمانیہ کے خلاف لڑنے کیلئے انگریزی فوج میں بھرتی کروایا تھا۔ الغرض اس بار بھی غداروں پر مشتمل حکمران طبقہ عوام کے ساتھ دھوکہ کرنے میں کامیاب رہا اور "روٹی، کپڑا، مکان" کا نعرہ دینے اور احتساب کی صدا بلند کرنے کے بعد بھی بھٹو نے اپنے طویل دور حکومت میں پاکستان پر غداروں ہی کی گرفت مضبوط کی۔

پانچویں قلابازی

بھٹو دور کے سات آٹھ سال گزر جانے کے بعد بھی جب وعدے وفا نہ ہوئے، ملک کو بنے تیس سال گزر جانے کے بعد بھی پاکستان کا مطلب کیا، "لا الٰہ الا اللہ" کا نعرہ شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا، عوام کو نہ تو اسلامی نظام ملا اور نہ ہی روٹی، کپڑا اور مکان ـــ تو بھٹو کی تقریروں کا سحر بھی ختم ہونے لگا۔ نظام مصطفی ﷺ کے نفاذ کا مطالبہ زور پکڑنے لگا، سیاستدانوں کے خلاف نفرت عروج پر پہنچ گئی اور عوام لاکھوں کی تعداد میں سڑکوں پر نکل آئے۔ اس بار بھی فوج نے حالات سنبھالنے کا فیصلہ کیا۔ کمزور یادداشت کی حامل سادہ لوح قوم یہ بھول چکی تھی کہ بھٹو سے قبل کے فوجی ادوار میں ملک کا کیا حال ہوا تھا، اسلئے اس نے جنرل ضیاء الحق کی طرف سے سیاسی حکومت کا تختہ الٹنے کا خیر مقدم کیا۔ موسم کے انداز بدلتے دیکھ کر سیاستدان بھی ایک بار پھر موسمی پرندوں کی طرح نیا آشیانہ تلاش کرنے نکل پڑے۔ بعض سیاستدانوں نے تو مارشل لاء سے قبل ہی پیپلز پارٹی کو چھوڑ دیا تھا جبکہ دیگر نے اس وقت علیحدگی اختیار کی جب ضیاء نے 1977ء کے اواخر میں بھٹو حکومت کا تختہ الٹ کر بھٹو کو پھانسی چڑھا دیا۔ ضیاء نے بھی ایوب کی طرح سیاستدانوں کو خوب برا بھلا کہا، انہیں ملک کی تباہی کا ذمہ دار قرار دیا، ان کے احتساب کا وعدہ کیا اور ایک طرف سیاسی جماعتوں

پر پابندیاں لگادیں تو دوسری طرف اسلامی نظام کے نفاذ کے مطالبات کو ٹھنڈا کرنے کیلئے قوانین میں بعض جزوی تبدیلیاں بھی شروع کر دیں۔ضیاء دور کی اس ظاہری اسلام پسندی نے آج تک ملک کے اچھے خاصے سمجھدار لوگوں کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔

ملک کی فوج کا سربراہِ اعلیٰ اور ملک کا صدر ہونے کے بعد ضیاء اپنی ذات میں ہر قسم کے اختیارات جمع کر چکا تھا۔ پھر اسے بعض ایسے علماء بھی میسر آگئے تھے جو اسے امیر المؤمنین تک قرار دینے سے گریز نہیں کرتے تھے۔ 15 سال تک ملک کے سیاہ و سپید پر یوں تنہا حکومت کرنے والا یہ شخص اگر واقعی اسلام لانے میں مخلص ہوتا تو آخر وہ کونسی رکاوٹ تھی جو اس کے سامنے حائل ہوتی؟ عجیب بات ہے کہ طالبانِ عالی شان نے تو بے سروسامانی کے عالم میں، مستقل حالت جنگ میں رہتے ہوئے، پانچ سال کے اندر اندر افغانستان کے طول و عرض میں شرعی نظام نافذ کر دیا۔۔۔ جس کی برکت سے ملک میں منشیات اور اسلحے کے غلط استعمال کا خاتمہ ہو گیا، مکمل امن و امان قائم ہو گیا اور شرعی عدالتوں کی صورت میں فوری اور حقیقی انصاف میسر آنے لگا۔۔۔ لیکن چھ لاکھ فوج کے حامل اور ہر طرح کے افرادی و قدرتی وسائل سے مالا مال ملک کا سربراہ وہی شرعی نظام 15 سالہ طویل عہد حکومت میں نافذ نہ کر سکا!! یقیناً جو شخص بھی فوج کی تاریخ اور خود ضیاء کی اپنی سیاہ تاریخ سے واقف ہو، اس کیلئے دھوکہ کھانے کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ ایک ایسا شخص جس کی تمام تر تربیت برطانوی اور امریکی افسروں نے کی ہو، جو بحیثیت بریگیڈیئر اردن میں مقیم پچیس ہزار (25,000) سے زائد فلسطینی مہاجرین کے خون سے اپنے ہاتھ رنگ چکا ہو، جو خود بھی "سیاسی خاندانوں، فوج اور بیوروکریسی" کی شیطانی مثلث سے تعلق رکھتا ہو اور جس کے اپنے مفادات اس مثلث کی بقاء سے وابستہ ہوں، وہ کیسے شرعی نظام نافذ کر سکتا تھا؟ خونِ مسلم میں لتھڑے ان نجس ہاتھوں کو شریعت جیسی پاکیزہ چیز سے کیا نسبت ہو سکتی تھی؟ لیکن ہماری سادہ لوحی اور حماقت پر جتنا بھی ماتم کیا جائے کم ہے! ہم اس بدبخت جرنیل سے یہ توقع لگا بیٹھے کہ یہ اسلام لائے گا۔ 15 سال تک عوام کو اسلام کے نام پر بیوقوف بنایا جاتا رہا اور عملاً نہ کبھی اللہ جل شانہ' کی حدود نافذ ہوئیں، نہ سول یا فوجداری قانون کا فرنگی نظام اکھاڑا گیا، نہ کفریہ قوانین کے مطابق فیصلے کرنے والی عدالتیں بند کی گئیں، نہ سود پر کھڑی معیشت ڈھائی

گئی، نہ فوج کا نظامِ تربیت تبدیل ہوا۔۔۔ اور عوام اسی پر خوش ہوتے رہے کہ ضیاء پتلون کی جگہ شلوار قمیض پہنتا ہے اور ٹی وی پر خبریں پڑھنے والی عورتیں اب سر پر دوپٹہ رکھ کر خبریں سناتی ہیں۔

إنا للہ و إنا الیہ راجعون۔

رہی بات سیاستدانوں کے احتساب اور جاگیر داری کے خاتمے کی، تو اس معاملے میں بھی ضیاء نے قوم سے دھوکہ کیا۔ 1985ء میں جب ضیاء نے غیر جماعتی انتخابات کروائے تو اگرچہ اب پیپلز پارٹی یا مسلم لیگ کا کوئی وجود نہیں تھا، لیکن انتخابات جیتنے والے بیشتر لوگ اب بھی جاگیر دار طبقے سے تعلق رکھتے تھے۔ ان بدبختوں کو کسی سیاسی جماعت سے کیا لینا دینا؟ ان کی کسی سے کوئی مستقبل وفاداری و وابستگی نہیں ہوتی۔ ان کی کل وابستگی بس اپنے مفاد سے ہوتی ہے۔ تبھی انتخابات جیتنے والوں میں مخدوم حامد رضا گیلانی، سردار زادہ محمد علی رجوعہ، ریاض دولتانہ، یٰسین وٹو، بلخ شیر مزاری، سعید الرشید عباسی، غلام احمد مانیکا، مقصود احمد لغاری، ملک احمد اقبال ٹوانہ، رائے عارف حسین کھرل، امان اللہ خان شاہانی، نصر اللہ دریشک، ذوالفقار علی کھوسہ، مخدوم سجاد حسین قریشی، راجہ اقبال مہدی اور راجہ شاہد ظفر جیسے جاگیر دار نمایاں نظر آئے۔ ضیاء نے جن لوگوں کو اپنی مجلس شوریٰ میں شامل کیا اور وزارتیں دیں ان میں بھی جاگیر دار ہی غالب تھے۔ بلخ شیر مزاری، یوسف رضا گیلانی، چوہدری نثار علی، ملک اسلم اعوان، نصر اللہ دریشک، عفیفہ ممدوٹ، مقبول احمد نیازی اور نواب اللہ یار خان (نواب کالا باغ) سبھی کو ضیاء نے عہدے تھمائے۔ نیز ضیاء نے بھی وفاداریاں خریدنے کیلئے زمینیں تقسیم کرنے کا سلسلہ جاری رکھا اور محض سنہ 81ء سے 85ء کے دوران اسلام آباد کے F6، G7، G6 اور F8 سیکٹروں میں 76 نئے پلاٹ الاٹ کئے۔ یہ زمینیں فوجی افسروں، سیاستدانوں اور ضیاء کے رشتہ داروں میں تقسیم کی گئیں۔ جونیجو کی وزارت اعظمیٰ کے دور تک بھی جاگیر داروں کے احتساب کی باتیں ہوتی رہیں، لیکن یہ باتیں محض عوام کو مطمئن کرنے کیلئے تھیں ورنہ جونیجو نے خود بھی 140 سے زائد مسلم لیگی ارکان کو اسلام آباد کے اعلیٰ سیکٹروں میں زمینیں دیں۔ الغرض ایک بار پھر عوام سے دھوکہ ہوا۔ سیاستدانوں کی جگہ فوج آئی، لیکن نہ تو اسلام آیا اور نہ ہی اقتدار اس شیطانی مثلث سے باہر نکلا۔

اور قلابازیاں جاری رہیں۔۔۔

اس کے بعد کے واقعات چونکہ ماضی قریب ہی کے ادوار میں پیش آئے ہیں اور عموماً عوام ان کی تفاصیل سے واقف ہی ہیں اس لئے ان کا مفصل تجزیہ کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ مختصراً یہ کہ ضیاء کے طویل فوجی دور سے اکتائے عوام کو مطمئن رکھنے کیلئے ضیاء کے بعد تقریباً گیارہ سال تک سیاستدان ہی ملک کا نظام چلاتے رہے اور اقتدار مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی کے درمیان گردش کھاتا رہا۔ یہ پورا عرصہ تو خود سیاسی جماعتوں کی اصطلاح میں بھی "ہارس ٹریڈنگ" کے عروج کا دور تھا۔ انگریز کی اس اصطلاح کا لفظی مطلب تو "گھوڑوں کی خرید و فروخت" بنتا ہے، لیکن یہاں اصطلاحاً "گھوڑوں" سے "سیاستدان" مراد ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ چوپایوں سے بدتر اس مخلوق کو گھوڑا کہنا بھی گھوڑے جیسے معزز و مکرم جانور کی توہین ہے کہ جس کی اپنے مالک سے وفاداری کی بناء پر رب کریم نے قرآن میں اس کی قسم کھائی ہے۔ اس کی جگہ تو "لوٹے" کی عوامی اصطلاح ہی زیادہ مناسب محسوس ہوتی ہے۔ اس پورے دور میں سیاستدانوں کی بدلتی وفاداریاں اور اقتدار میں شامل ہونے والی ہر جماعت کے ساتھ جا ملنے کا رویہ امید ہے قارئین کو یاد ہی ہو گا۔ پھر جب عوام اس عبث کھینچا تانی سے دوبارہ بیزار ہونے لگے تو فوج ایک بار پھر نظام کو سنبھالا دینے کیلئے میدان میں اتر آئی۔ جنرل پرویز مشرف نے اقتدار سنبھالا اور ملک کا چیف ایگزیکٹو بن بیٹھا۔ عوام نے حسب معمول اس تبدیلی کا بھی استقبال کیا۔ پھر اس تاریک عہدِ حکومت میں کیا کچھ ہوا، کیسے ملک کے طول و عرض میں خون کی ندیاں بہائی گئیں، امارت اسلامیہ افغانستان کو گرانے سے لے کر لال مسجد پر حملے جیسے شرمناک اقدامات کئے گئے، کیسے ملکی خزانوں کو بے دردی سے لوٹا گیا، فحاشی ولادینیت کو منظم انداز سے فروغ دیا گیا، یہ تفصیلات سبھی کو معلوم ہیں۔ اس قابل نفرت شخص کے دور حکومت میں بھی سیاستدانوں کے کھیل تماشے جاری رہے اور حریص خوشامدیوں کا سیاسی ٹولہ کبھی ق لیگ میں اور کبھی مختلف وزارتوں اور سرکاری عہدوں پر براجمان نظر آیا۔

بالآخر یہ دور بھی گزر گیا۔ جرنیلوں کی دین دشمنی، فوج کے مظالم اور فوجی افسروں کی بدعنوانی سے تنگ آکر عوام ایک بار پھر تھک ہار کر جمہوری حکومت کی طرف واپس پلٹے۔ وہی غدار سیاستدان ایک بار پھر حکومت

سنبھالتے نظر آئے۔ سندھ کا وڈیرہ آصف علی زرداری ملک کا صدر اور اوچ شریف (ملتان) کی گدی کا متولی یوسف رضا گیلانی وزیر اعظم بنا۔ وہی گیلانی جس کا خاندان 1848ء میں ملتان کی فتح میں میجر ہربرٹ ایڈورڈ سل کے ساتھ کھڑا نظر آیا، جسے 1857ء میں مجاہدین کے خلاف لڑنے کے صلے میں سر جان لارنس نامی انگریز افسر سے انعامات اور جاگیریں ملیں، وہی گیلانی جس کے پردادا مخدوم صدر الدین شاہ گیلانی کی برطانوی سرکار سے قربت کے سبب 1911ء میں فرمانروائے برطانیہ کی تاج پوشی کے موقع پر فرمانروا سے اس کا بطورِ خاص تعارف کروایا گیا اور اسے خان بہادر کا خطاب اور سونے کی گھڑی دی گئی۔ غدار خاندان کا یہی نمائندہ قیام پاکستان کے 65 سال بعد بھی اس ملک کا حاکم بن بیٹھا۔ اور عوام کے ساتھ دھوکوں اور غداروں کی قلابازیوں کا سلسلہ ہنوز جاری ہے!۔۔۔

بیوقوف بننے کی بھی کوئی حد ہوتی ہے!

ہر ظلم، مکر اور فریب کی کوئی حد ہوتی ہے۔ نیز بیوقوف بنتے چلے جانے کی بھی یقیناً کوئی حد ہونی چاہئے۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ:

لا یلدغ المؤمن من جحر مرتین۔ (الأدب المفرد للبخاری:ج4ص440رقم الحدیث1320)

"مومن ایک سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جاتا"۔

لیکن نجانے ہم کیسے مومن ہیں کہ 65 سال کے دوران دسیوں بار ڈسے جا چکے ہیں اور پھر بھی عقل نہیں آرہی؟

آج اس خطے کے مسلمانوں کو اللہ سے بغاوت پر مبنی نظام تلے زندگی گزارتے تقریباً 65 سال ہو چکے ہیں۔ اس ریاست کے کسی شعبہ میں اسلام نافذ نہیں۔ اللہ رب العزت کی حدود معطل پڑی ہیں، فحاشی وبے حیائی پھیلا کر معاشرے کی تار پود بکھیر دینے کیلئے آج اسّی (80) منظم ادارے (ٹی وی چینل) وجود میں آچکے

ہیں، معیشت آج بھی خالصتاً سود پر کھڑی ہے، کشمیر کی آزادی کی باتیں کب کی زمین میں دفن ہو چکی ہیں۔۔۔ اب تو بھارت **"پسندیدہ ترین تجارتی ملک"** قرار دے دیا گیا، قبائل میں ڈرون حملے اور فوجی آپریشن اور بلوچستان میں اغواء اور مسخ شدہ لاشیں پھینکنے کا طریقۂ واردات بھی جاری ہے، بلیک واٹر اور سی آئی اے کے اہلکار ملک میں دندناتے پھر رہے ہیں، ملک امریکہ کی غلامی میں دھنستا چلا جا رہا ہے، ہر قدم پر ایک نیا صوبہ بنانے اور پہلے سے موجود صوبوں کو ملک سے الگ کرنے کی آوازیں بھی زور پکڑ رہی ہیں، عام آدمی کو ہر ہر لقمے کیلئے ترسایا جا رہا ہے، بھوک، فقر، بیروزگاری، مہنگائی ایک ایسی سطح پر پہنچ چکی ہے جس کی ملکی تاریخ میں کوئی نظیر نہیں ملتی، دنیا میں سب سے وسیع نہری نظام کا حامل ملک بجلی کے بحران کا شکار ہے، گیس برآمد کرنے والے ملک میں آج گیس آتی کم اور جاتی زیادہ ہے، سیلابوں نے پورے پورے صوبے ایسے غرقِ آب کئے ہیں کہ دہائیوں تک معیشت کی بحالی کا کوئی امکان نظر نہیں آتا۔۔۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تباہی بالکل سر پر آن کھڑی ہے!

۔۔۔ اس مایوس کن صورتحال میں بھی اربابِ اقتدار کو، **"فوجی جرنیلوں، سیاسی خاندانوں اور بیوروکریٹ افسروں"** کی شیطانی مثلث کو بس اپنا اقتدار بحال رکھنے کی فکر ہے۔ ملک رہے یا نہ رہے، انہیں اس سے کوئی غرض نہیں۔ غرض ہے تو بس اس سے کہ جب تک ملک رہے تب تک انہی کے ہاتھوں میں رہے۔ جب کوئی تباہی آئی تو ان غداروں کیلئے پریشانی کی کیا بات ہے؟ ان کا کونسا بینک کھاتہ پاکستان میں ہے؟ ان کی کونسی اولادیں یہاں پل رہی ہیں؟ انہوں نے پہلے سے ٹکٹ بک کروا کر رکھے ہیں تاکہ پہلی پرواز کے ساتھ ہی فرار ہو جائیں۔ چنانچہ اس غدار ٹولے نے اس بار بھی کسی ممکنہ انقلاب کو روکنے کیلئے ایک 'کنٹرولڈ جمہوری نظام' لانے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس کفریہ نظام کے پاس کوئی نیا پتا نہیں ہے، اس نے وہی پرانے حربے دہرانے ہیں۔ اسی لئے آج فوج اور سیاستدان دونوں سے تنگ عوام کے سامنے (تحریک) **انصاف** کا جھنڈا بلند کرنے، سب لٹیروں کے احتساب کا وعدہ کرنے اور سب کو لگام ڈالنے کا عزم ظاہر کرنے والے شخص کو سامنے لایا جا رہا ہے۔

یہ سو فیصد وہی پرانا کھیل ہے۔۔۔ سوال صرف یہ ہے کہ کیا ہم اس بار بھی بیوقوف بن جائیں گے؟ اسی سوراخ سے پھر ڈسے جائیں گے؟ اس بار بھی محض سطحی تبدیلی پر راضی ہو جائیں گے؟ اس بار بھی میڈیا کے

شور و غوغا میں، انتخابی ہنگاموں میں، پر کشش نعروں اور مسحور کن تقریروں میں گم ہو کر حقیقی تصویر دیکھنے سے قاصر رہیں گے؟

کیا ہمیں نظر نہیں آرہا کہ 'انصاف' دلانے کیلئے کھڑی ہونے والی 'تحریک' میں کون لوگ اکٹھے ہو رہے ہیں؟ کیا یہ وہی غدارانِ دین و ملت نہیں جن سے نجات پانے کیلئے پاکستان بنایا گیا تھا؟ پانچ سال تک پرویز مشرف کے دور میں وزیر خارجہ رہنے کے بعد خورشید محمود قصوری آج اسی جماعت میں شامل ہو چکا ہے۔ اس بے ضمیر شخص کو پاکستان کے مفادات کا خیال اس وقت تو نہیں آیا جب یہ دنیا کے ہر فورم پر پرویز کی پالیسیوں کا دفاع کرتا پھرتا تھا اور اس کے معتمد ترین ساتھیوں میں شمار ہوتا تھا، لیکن آج یہ پوری ڈھٹائی سے پاکستان کے مفادات کے تحفظ کی بات کرتا ہے۔ نیز اس خطے میں اسلام کی سربلندی سے تو اسے ویسے ہی کوئی غرض نہیں ہو سکتی کیونکہ اس کا خاندان ملک میں مغربی طرزِ حیات، مخلوط تعلیم اور بے حیائی و فحاشی کو فروغ دینے والے ایک اہم ادارے 'سٹی اسکول' کا کرتا دھرتا ہے۔ اس اسکول کی دسیوں شاخیں آج ملک کے بیشتر بڑے شہروں میں موجود ہیں اور اس کے نصاب و نظام سے عالمی دنیائے کفر اتنی مطمئن ہے کہ ورلڈ بینک اس ادارے کی خصوصی مالی معاونت کرتا ہے۔ سرحد کے سب سے معروف انگیز نواز خاندان 'ہوتی' کا نمائندہ بھی اس پارٹی میں شامل ہو چکا ہے۔ ڈیرہ غازی خان کے لغاریوں کا نمائندہ اویس احمد خان لغاری بھی اس جماعت کا حصہ بن چکا ہے۔ ملتان کا شاہ محمود قریشی بھی ان ابتدائی لوگوں میں سے ہے جس نے اس پارٹی کو زور پکڑتا دیکھ کر اس کشتی پر سوار ہونے کا فیصلہ کیا اور آج تحریک انصاف کے نائب چیئرمین کا عہدہ سنبھالے بیٹھا ہے۔ بہاؤالدین زکریا کے مزار کا یہ سجادہ نشین اس بدبخت خاندان سے تعلق رکھتا ہے جو پہلے رنجیت سنگھ سے وفادار رہ کر پھلا پھول اور بعد میں انگریز کی گود میں جا بیٹھا اور اس سے جاگیریں وصول کرتا رہا۔ شاہ محمود قریشی کا جد امجد، مخدوم شاہ محمود انگریزوں کے مقرب ترین افراد میں شمار ہوتا تھا۔ اس بدبخت نے بیس ہزار گھڑ سواروں اور بہت سے پیادہ فوجیوں کو انگریز کی فوج میں بھرتی کروایا تھا اور 1857ء کے جہاد کے دوران ایک فتویٰ جاری کیا تھا جس کی رو سے انگریز سرکار کے خلاف جہاد حرام تھا اور انگریز کی مدد فرض۔ اسی فتوے پر عمل کرتے ہوئے یہ بدبخت پیر خود انگریز کے ساتھ مل کر مجاہدین کے خلاف لڑا تھا۔ اسی کے صلے میں اسے لاہور کا بھنگی باغ، ملتان میں آٹھ کنوؤں والی

ایک زمین، مزاروں کی دیکھ بھال کیلئے تین ہزار روپے اور مستقل وظیفہ دیا گیا تھا۔ اس کے مرنے کے بعد اس کے بیٹے مخدوم بہاول بخش نے افغانستان پر برطانوی حملے کے دوران برطانوی فوج کو اونٹوں کا ایک دستہ فراہم کیا تھا جس کے صلے میں اسے ملتان میں اعزازی مجسٹریٹ بنادیا گیا تھا۔ بہاول کے بھائی مخدوم حسن بخش کو بھی اس کی خدمات کے سبب "خان بہادر" کا خطاب دیا گیا تھا۔ شاہ محمود قریشی کا دادا مخدوم مرید حسین قریشی بھی شاہی ہندی فوج میں اونٹوں کا رسالدار رہا تھا اور اسے بھی مجسٹریٹ بنانے کے علاوہ خان بہادر کا لقب اور وسیع جاگیریں دی گئی تھیں۔ شاہ محمود قریشی کے چچا ریاض حسین کو جنگ عظیم اول میں اس کی غیر معمولی خدمات کے سبب "ہندوستان میں تاج برطانیہ کا بہترین دوست" قرار دیا گیا تھا اور جنگ کے بعد اس پر انعامات کی بارش کر دی گئی تھی۔ گھٹنوں تک انگریز کی محبت اور مسلمانوں کے خون میں ڈوبے اس غدار خاندان کا نمائندہ بھی آج اسی پارٹی میں شامل ہے جو ملک میں جمہوری انقلاب لانے اور سیاستدانوں کا احتساب کرنے نکلی ہے۔

دوسری جانب دفاع پاکستان کونسل کے نام سے دینی جماعتوں کے اتحاد میں شیخ رشید جیسے سیکولر و بدکردار شخص اور جامعہ حفصہؓ کی طالبات کے قاتل اعجاز الحق کی شمولیت یہ واضح کرتی ہے کہ اس کونسل کی تشکیل کے پیچھے اصل ذہن کس کا ہے اور اس سے اسلام کی کس قدر خدمت مقصود ہے! یہ کونسل تو دراصل اسلئے تشکیل پائی ہے تاکہ ملک کے دیندار لوگوں، دینی تنظیمات اور مدارس سے وابستہ حلقوں میں جو لاوا پک رہا ہے، جو ایمانی جذبات جوش مار رہے ہیں، انہیں کسی بغاوت کی سمت بڑھنے دینے کے بجائے ملک کی گلیوں، سڑکوں، چوراہوں پر نعرے بازی کے ذریعے تحلیل کر دیا جائے۔ تحریک انصاف کی کہانی قطعاً بھی ان سابقہ سیاسی قلابازیوں سے مختلف نہیں جو پاکستان کی مختصر تاریخ میں بار بار دہرائی جاتی رہی ہیں۔ وہی پرانے چہرے ایک نئے نام تلے اکٹھے ہو رہے ہیں۔ یہ تحریک کوئی نئی اور بے داغ قیادت سامنے نہیں لائی بلکہ مروجہ سیاسی جماعتوں ہی کی تلچھٹ کو ایک جگہ جمع کیا گیا ہے۔ اب تک اس تحریک میں پیپلز پارٹی کے 30، نون لیگ کے 26، ق لیگ کے 21 اور اے این پی کے دو ارکان شامل ہو چکے ہیں۔ اس کے علاوہ 2114 ریٹائر اعلیٰ فوجی افسران اور کئی جج و بیوروکریٹ بھی اس چھتری تلے اپنی جگہ پکی کر چکے ہیں۔ یہ تو محض آغاز ہے، جوں جوں انتخابات کا مرحلہ قریب آئے گا مزید بھی بہت سے غدار اپنی جگہ اس جماعت

میں بنالیں گے اور ایک بار پھر اس ملک کے عوام کے ساتھ وہی پرانا جمہوری کھیل دہرایا جائیگا۔ شریعت مطہرہ کی رو سے تو جمہوریت ویسے بھی مغرب کے کفریہ فلسفے پر مبنی ایک باطل نظام ہے جس سے خیر کا حصول محال ہے، لیکن پاکستان کی ساٹھ سالہ تاریخ پر نگاہ رکھی جائے تو یہ تاریخ خود پکار پکار کر یہ شہادت دیتی ہے کہ اس نظام کی بقاء سے محض ایک چھوٹے سے فرنگی نواز غدار طبقے "جرنیلوں، جاگیردار سیاستدانوں اور بیوروکریٹ افسروں" کی اس شیطانی تکون کا مفاد وابستہ ہے۔ یہ جمہوری نظام اس مکار انداز میں تشکیل دیا گیاہے کہ اس میں آگے بڑھنا اور اوپر چڑھنا اسی کیلئے ممکن ہوتا ہے جو اس طبقے کے مفادات کے تحفظ کی یقین دہانی کروائے۔ اصلاح کا بڑے سے بڑا دعویدار بھی جب اس نظام کے ذریعے کرسی تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے تو اسے بالآخر ان اصولوں کے سامنے ہتھیار ڈالنے پڑتے ہیں جو اسٹیبلشمنٹ نے یہ جمہوری کھیل کھیلنے کیلئے مقرر کر رکھے ہیں۔ اس حقیقت سے منہ پھیرنا خود کو دھوکہ دینے کے مترادف اور اس نظام کو نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے۔

خلاصہ کلام

پاکستان کے عوام آج ایک بار پھر نازک موڑ پر کھڑے ہیں۔ ۶۵ سال تک انگریز کے ٹوڈی غدار طبقے کی غلامی تلے پسے رہنے کے بعد آج موقع ہے کہ جرأت کرکے درست فیصلہ کرلیا جائے۔ حالات کی خرابی کا رونا رونے والے ہر شخص کو سمجھ لینا چاہئے کہ حالات قربانی دیئے بغیر نہیں بدلتے، نہ ہی قوت و اختیار کا حامل کوئی مقتدر طبقہ مزاحمت کے بغیر کرسی چھوڑتا ہے۔ آرام دہ کرسیوں پر بیٹھ کر تجزیئے کرنے یا ڈبوں میں کاغذ کی پرچیاں ڈالنے سے دنیا میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں آتی۔ نیز ہمیں محض 'تبدیلی' مطلوب بھی نہیں۔ ہمیں تو وہ تبدیلی مطلوب ہے جس سے ہمارا رب راضی ہوتا ہو، جس سے ہماری دنیا اور آخرت دونوں سنورتی ہوں۔ یہ تبدیلی صرف تب ہی آسکتی ہے جب ہم انسانوں کے بنائے ہوئے نظاموں کو پاؤں تلے روند کر محمد عربی ﷺ کی عطا کردہ شریعت کو سینے سے لگالیں اور بطور ایک قوم اس کا مطالبہ لے کر اٹھ کھڑے ہوں۔ اسی شریعت کے مکمل نفاذ میں۔۔۔ ایسے نفاذ میں کہ جس میں رب کی شریعت کو انسانوں کی پارلیمان سے منظوری لینے کی حاجت نہ ہو۔۔۔ ہماری دنیوی و اخروی فلاح پوشیدہ ہے۔ اسی شریعت کے

نفاذ سے ظلم رفع ہو گا، اسی سے سود کے منحوس شکنجے میں پھنسے اٹھارہ کروڑ عوام کو معاشی آزادی و خوشحالی ملے گی، اسی سے غیر منصفانہ طبقاتی تقسیم ختم ہو گی، اسی سے غدار جرنیلوں، بیوروکریٹوں، وڈیروں، سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کا احتساب ہو گا، اسی سے امریکہ اور ہر دوسرے کافر کی غلامی سے رہائی ملے گی، اسی سے معاشرے کے حقیقی معززین معزز اور غیروں کے آلۂ کار رسوا ہونگے، علماء کا وقار اور معاشرے پر ان کی سیادت بھی اسی سے بحال ہو گی، اسی سے امن قائم ہو گا، رزق میں برکت پڑے گی، دلوں کو سکون و طمانیت نصیب ہو گی اور رب کریم آخرت میں بھی اپنی رضا سے نواز دے گا۔ اللہ ہمیں اور ہماری قوم کو ملکی تاریخ کے اس اہم موڑ پر درست فیصلے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

یہ فرنگی کے مصاحب ' یہ نصاریٰ کے ندیم — جن کے دل رہتے ہیں آقاؤں کی ہیبت سے دونیم

تیغ بن کر جن کے دل کو حسبِ آئینِ کہن — کاٹتی رہتی ہے آقاؤں کے ماتھے کی شکن

کانپ اٹھتے ہیں جو سنتے ہیں ' کوئی ہے ؟ کا دُہل — بولتے ہیں زیرِ لب، چلتے ہیں جو پنجوں کے بل

جن پہ واجب خاص خدمتگار کا بھی احترام — جو محل کی مہترانی تک کو کرتے ہیں سلام

تمکنت رہتی ہے جن کی زلزلوں کے دوش پر — جن کے سر کا مستقر "سرکار" کی پاپوش پر

پا نہیں سکتا کوئی جن کی دنایت سے نجات — تہمت و غیبت ہے جن کے دین میں صوم و صلوٰۃ

عالموں کا فضل جن کے حق میں ہے خوفِ گزند — عاقلوں کی باریابی جو نہیں کرتے پسند

گھورتے رہتے ہیں یوں آقا کو جو شام و پگاہ — جس طرح قصاب پر رہتی ہے کتوں کی نگاہ

گاؤں کی کوڑھی تنبولن کے سڑے بیڑے ہیں یہ — شہریوں کی شکل میں طاعون کے کیڑے ہیں یہ

اس مقالے کیلئے بنیادی طور پر مصنف وکیل انجن کی کتاب: "سیاست کے فرعون" اور ان ہی کی تین جلدوں پر مشتمل کتاب: "سیاست دانوں کی قلابازیاں" سے استفادہ کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ جابجا ٹان ٹائی یونگ کی انگریزی تصنیف "دی گیریزن اسٹیٹ" کی طرف بھی رجوع کیا گیا۔ یہ تینوں کتب پاکستانی سیاست کو سمجھنے کیلئے نہایت اہم حوالوں کی حیثیت رکھتی ہیں اور اس موضوع پر عمدہ تحقیقی کاوشیں سمجھی جاتی ہیں جن میں حوالہ جات دینے کا اچھا اہتمام کیا گیا ہے۔ لیکن یہ وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ معلومات کی حد تک تو میں نے ان کتب پر تقریباً مکمل اعتماد کیا ہے لیکن ان معلومات سے نتائج اخذ کرنے میں اپنا علیحدہ اسلوب رکھا ہے۔ اس کے علاوہ ایک دو اہم مقامات پر اعداد و شمار کیلئے کتاب "پاکستان جاگیرداری زمینداری نظام کے شکنجے میں" کی طرف بھی رجوع کیا ہے۔ نیز بعض جگہوں پر معلومات کی تفصیل جاننے کیلئے 'وکی پیڈیا' سے بھی فائدہ اٹھایا ہے۔ آخر میں یہ بھی کہتا چلوں کہ اس مقالے میں مذکور بیشتر نام اتنے پست کردار کے حامل ہیں کہ ان کا ذکر دنیا کی کسی بھی کتاب میں محفوظ نہیں ہونا چاہیئے تھا، لیکن ہماری بدقسمتی ہے کہ ہمارے خطے کے حاکم یہی خسیس لوگ ہیں۔ اسی لئے دل پر جبر کرتے ہوئے اس موضوع کا مطالعہ کیا، ان ذلیل لوگوں کی تاریخ پڑھتے اور لکھتے ہوئے کئی بار کراہت سے دل متلانے لگا اور آخرکار مقالہ مکمل ہونے پر اللہ کا شکر بھی ادا کیا کہ اس رب کریم نے یہ مقالہ مکمل کروا کر مجھے اس ذہنی اذیت سے نکال لیا۔ اللہ ان کرداروں کی نحوست سے ہمارے ظاہر و باطن کو اور ہماری قوم کے مستقبل کو محفوظ رکھے۔ آمین!۔

ضمیمہ

ہمہ گیر اور وسیع البنیاد اسلامی انقلاب کے لئے صحیح لائحہ عمل

انگریزی سامراج کے نسل در نسل جانثار وفادار سیاستدانوں اور جرنیلوں کی جانب سے مسلمانانِ پاکستان پر ساٹھ سال سے زائد عرصے پر محیط ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنے کے بعد، جب کہ وہ اب بیدار ہونے کو ہیں اور انہیں اس بات کا ادراک ہونے لگا ہے کہ ان کی اخروی نجات کے ساتھ ساتھ دنیاوی فوز وفلاح کا واحد راستہ جمہوری اور انتخابی طریقہ کار میں نہیں بلکہ رب کائنات کی نازل کردہ شریعت کے نفاذ میں پوشیدہ ہے، لہٰذا وقت کے دھارے کو محسوس کرتے ہوئے یہ انگریز کے وفادار اور غلام سیاستدان، بیوروکریسی اور فوجی جرنیل، مسلمانان پاکستان کے اس جذبہ جو کہ کسی بھی وقت کسی بڑے انقلاب کی صورت اختیار کر سکتا ہے، اس کو ہائی جیک کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ ان کی یہ خواہش ہے کہ خود ہی "جمہوری نظام" کے نام پر ایک ایسا گورکھ دھندا کھیلا جائے جس کے نتیجے میں مسلمانان پاکستان میں پیدا ہونے والی اس بیداری کے عمل کو کسی صحیح رُخ یعنی شریعت کے عملی نفاذ کی طرف جانے سے روکا جاسکے۔ لہٰذا وہ خود جمہوری نظام کے نام پر ایک "کنٹرولڈ انقلاب" لانا چاہتے ہیں جس کے سارے نتائج و معاملات خود ان کے ہاتھ میں ہوں۔

لہٰذا امت مسلمہ کی موجودہ زبوں حالی اور اہلیان پاکستان کی خستہ حالی کے ضمن میں وقت کی اہم ضرورت یہ ہے کہ انگریز کے نسل در نسل غلاموں اور موجودہ وفاداروں سے براءت و بیزاری کا اعلان کیا جائے، جمہوریت کی نام لیوا تنظیموں کا بائیکاٹ کرکے اسلام کی حکمرانی کے لیے کوشاں تحریک طالبان اور مجاہدین کے ساتھ ہر قسم کا جانی و مالی تعاون کیا جائے، یہود و نصاریٰ کی غلامی سے آزادی کے لیے کوشاں جاری عالمی جہادی تحریک کا پشت پناہ بنا جائے، یہودیوں کی مسلمانوں کو مختلف ملکوں میں تقسیم کرنے والی "سائیکس بیکو" کو پاؤں تلے روند کر رسول اللہ ﷺ کے ایک جھنڈے کے سائے تلے جمع ہو کر تمام مسلمان ایک امت مسلمہ ہونے کا عملی ثبوت دیں۔

دوسری طرف وہ کون سے اہم امور اور محرکات ہیں، جن کو پیش نظر رکھ کر ایک صحیح اور مثبت لائحہ عمل اختیار کیا جائے جو کہ ایک طرف کھوٹے اور کھرے، امت کے خیر خواہوں اور بد خواہوں کو ممیز کر سکے اور دوسری طرف وہ ایک ہمہ گیر اور وسیع البنیاد اسلامی انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہو اور دنیا میں اسلامی خلافت کا راہ ہموار کر سکے۔ اس ضمن وہ امور اور محرکات نکات کی صورت میں درج ذیل ہیں:

(۱)...انقلاب کا پہلا اور اصل محرکہ و مقصد شریعت اسلامی کا مکمل نفاذ اور اس کی بالا دستی ہو، نیز اس کے ساتھ ساتھ دیگر دنیا میں رائج دیگر فاسد اور باطل نظاموں کا انکار کیا جائے، چاہے وہ جمہوری حاکمیت کی صورت میں ہو یا قوموں کو غلام بنانے والے ادارے اقوام متحدہ کی بین الاقوامی حاکمیت کی صورت میں۔ اس کے لیے ملک بھر کے باحمیت اور حق گو علماء اکٹھے ہو کر ملکی سطح پر، تمام شعبہ ہائے زندگی میں شریعت کے جامع اور مکمل نفاذ کے لیے جدوجہد کریں اور یہ نفاذ، دین سے جاہل اور سورہِ اخلاص پڑھنے کی صلاحیت سے بھی عاری ممبرانِ پارلیمان کی بجائے ملک کے جید علماء کی رہنمائی میں انجام پائے۔

(۲)...انقلاب کا دوسرا مقصد اور محرکہ مسلم سرزمینوں کو کفار کے قبضے سے آزاد کرانے کے لئے سرگرم ہونا ہو اور اس ضمن میں ہر ایسے معاہدے، اتفاق اور قراردادوں کا مکمل بائیکاٹ کر دیا جائے جو کفار کو مسلمانوں کے علاقوں پر قبضہ کا جواز فراہم کرتا ہو اور اسلامی شریعت سے ٹکراتا ہو۔ اسی طرح اپنے باہمی فیصلوں اور تنازعات کے حل کے لیے تھانہ کچہری کے ہر متعفن، کرپٹ اور باطل نظام کی جگہ دارہائے افتاء اور شرعی دارالقضاء کی طرف رجوع کرے۔

(۳)...انقلاب کا تیسرا محرکہ اور مقصد امریکہ کی زیر قیادت اسلامی ممالک پر قابض مغربی اتحاد کے ہاتھوں مسلمانوں کے مادی و معدنی ذخائر کی ہونے والی منظم لوٹ کھسوٹ کو روکنے کے لئے سرگرم ہونا جو کہ تاریخِ انسانی کی سب سے بڑی چوری ہے۔ نیز ہر قسم کی کرپشن، ظالمانہ ٹیکسوں کا مکمل طور پر خاتمہ کرنے، امریکی نفوذ کے خاتمے اور پاکستانی سرزمین سے افغانستان پر قابض امریکی افواج کے ساتھ کیے جانے والا ہر قسم کا تعاون رکوانے کے لیے سرگرم رہا جائے۔ اس عظیم مقصد کو پانے کے لیے موجودہ فاسد سیاسی و فوجی قیادتوں کی بجائے ربانی علماء کے گرد اکٹھا ہوا جائے۔ معاشرے کے صالح بااثر افراد و طبقات دشمن کی

سازشوں اور ہر قسم کے دباؤ کے مقابلے میں علماء کو قوت بخشیں، ان کی پشت پر کھڑے ہوں اور ان کی حفاظت وحمایت کریں تاکہ وہ آزادانہ کلمہِ حق کہتے ہوئے قیادت کرنے کے لیے آگے آسکیں۔

(۴)...انقلاب کا چوتھا محرکہ ظالم وجابر طواغیت کے خلاف برپا کئے جانے والے انقلابات میں مسلم عوام کی مکمل تائید وحمایت کرنا ہو اور اسلامی احکام کی پابندی اور شریعت کی حاکمیت کے لیے ان کی ذہن سازی کرنا ہو، اور اس کے ساتھ ساتھ انقلاب برپا کرنے والی عوام کو اپنا انقلاب اس وقت تک جاری رکھنے کی دعوت دینا جب تک فاسد نظاموں کی باقیات کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک نہ دیا جائے۔

(۵)...انقلاب کا پانچواں محرکہ اسلام کیخلاف موجود ہر برائی اور گناہ کو مٹانے اور ظالم اور متکبر قوتوں کے مقابلہ پر دنیا کے ہر مظلوم و کمزور کی مدد کرنا ہو۔اس عظیم مقصد کے لیے دین سے محبت کرنے والے نوجوانوں پر مشتمل ایسی امن کمیٹیاں اور تنظیمات تشکیل دی جائیں جو علمائے کرام کی رہنمائی میں اپنے محلوں اور علاقوں کی سطح پر منکرات کے خاتمے اور کمزوروں ومظلوموں کی مدد کا فرض سرانجام دیں۔

(۶)...انقلاب کا چھٹا محرکہ ایک ایسی خلافتِ اسلامیہ کے قیام کے لیے جدوجہد کرنا ہو جو قومی ریاست، وطنی ایسوسی ایشن اور غاصبین کی وضع کردہ سرحدوں کو تسلیم نہیں کرتی ہو، بلکہ وہ نبوی منہاج پر قائم ایسی خلافت ہو جس کی اساس تمام مسلم ممالک کی وحدت، اخوت اسلامی اور مساوات پر قائم معاشرہ ہو؛ جو دشمنانِ اسلام کی مسلمانوں کے اوپر عائد کردہ حدود کو ختم کرے؛ اور جو عدل وانصاف پھیلانے، شوریٰ کو بڑھانے، کمزوروں کی نصرت کرنے اور مقبوضہ مسلم سرزمینوں کو آزاد کرانے کے لیے کوشاں ہو۔

(۷)...انقلاب کے لئے ساتواں محرکہ یہ ہے کہ درج بالا اہداف کے حصول، ان کی دعوت دینے اور مسلمانوں میں انہیں پھیلانے کے لیے اسلامی توانائیوں اور جدوجہد کو متحد کرکے مشترکہ طور پر سرگرم رہا جائے۔

یہ ہیں وہ نکات جو کہ کسی بھی دینی وانقلابی تحریک کے کھرے وکھوٹے ہونے کا اصل معیار ثابت ہوسکتے ہیں اور یہی وہ اصل امور اور محرکات ہیں جن کو پیش نظر رکھ کر امت مسلمہ اور خاص کر مسلمانان پاکستان

ایک صحیح اور وسیع البنیاد اسلامی انقلاب کا راستہ ہموار کرسکتے ہیں جو کہ ان کے لئے دنیا میں بھی راحت کا سامان مہیا کرسکے اور آخرت میں بھی توشۂ نجات ثابت ہو۔ پس اللہ رب العزت ایسا ہی انقلاب مملکت خداداد پاکستان کا مقدر فرمائے اور اس کام میں ہمارا حصہ بھی مقرر فرمادے اور اس کو ہماری دنیاوی واخروی کامیابی کا ذریعہ بنادے۔ آمین!

اللھم وفقنا لما تحب وترضیٰ

اخوانکم فی الاسلام

https://bab-ul-islam.net/forumdisplay.php?f=101

https://www.facebook.com/AU.Urdu

https://twitter.com/AU_Urdu

باب الاسلام فورم کے روابط

http://bab-ul-islam.net

https://bab-ul-islam.net

http://203.211.136.84/~babislam

اہم نوٹ:

باب الاسلام فورم کو https:// کے ساتھ استعمال کریں